

حکم کو عیا کر دیں

برس جا ہے ہاں برس جا
یہ جاس مجھے کرو سہ نہیں پاگل
برس جا ہے ہاں برس جا

میسری بار یہ گانا بوا تھا۔ برستی بارش میں
ہر طرف بے فکری تھی۔ بچن سے بڑی سوندھی
سوندھی خوشبو میں باہر تک تھیں۔ فوسر سب
نے ہڑبازئی پھلی ہوئی تھی۔ انبساط کین کی کری پی پے
پیشی باتھوں کے بالے میں چراگائے ٹن سے تقریباً
بے نیاز سی تھی۔ ڈیک ٹل والیوم میں چل رہا تھا جتے

بھیتے شرادش کرتے موسم کا مزائے یہ سب خوشحال
خاندان کے بے فکر تھے لڑکیاں بھی۔

انبساط کا ذہن اپنے پر سکون سے گھر میں رہنے
والوں میں ابھنا ہوا تھا۔

"رومانہ نے یقیناً وائبر باتھ میں تھما ہو گا اور ندین
کو اندر باہر آنے سے سو سو باتیں سنار ہی ہوگی۔ اور اسی
ندین کو رومانہ کو تنگ کرنے کی وجہ سے ڈانٹ رہی
ہوں گی۔ بھائی جی انس سے نہیں آئے ہوں گے۔
بہن کی موسم کا مزالے رہی ہوں گی بھائی جی انس
سے واپسی پہ ضرور کوئی چٹ پٹی چیز لائیں گے۔ رومانہ
کی فرمائش جو ہوگی۔ بھائی جی سن پکڑے اور آکھنے کی
چاٹ کے ساتھ پورے دور اپروالے کی چٹنی بھی پہنائی
ہوگی۔ بس گھر میں کتنے سکون ہو گا اور ہل۔۔۔"

!! سوچتے سوچتے ہوش میں آئی۔

جرار اور باقی سب فریڈ کھیل رہے تھے اس نے
بڑی جلتی لگا ہے جرار کو کھلا۔

"اتنا پیور ہو کر بک ہو کر رہا ہے اور ان شتر بے مہار
لڑکیوں کو دیکھو سے ڈوپٹے میں ڈالے اچھل رہی
ہیں کپڑے جھیک کر جسم سے جکے ہوئے ہیں اور ذرا
بچہ بیٹوں کا خیال نہیں۔ بیٹوں کا تو بھندہ جاننے ہے۔ ان
کی ٹانگ کے نیچے یہ سب ہو رہا ہے۔ بچل ہے جو کچھ
ہول جائیں کچل پھنسی بہت رکھی ہے۔ قیامت کے دن
لکھ پڑے گا۔" وہ منہ ہی منہ میں پڑھتی۔ منہ میں ہار
اور یہ بھٹی نور کو بل سے اسے بھی کھیلنے کی دعوت دی پر
وہ سنی ان سنی کر گئی۔ بارش پیسے سے بھی تیز ہوئی
تھی۔ ساتھ ہی جرار کی شوخی میں بھی بھندہ ہو گیا کچھ
ایسی ہی حالت اسامہ کی بھی تھی جس کی ملکیت لور گزن
اسپر سے قلی ہوئی تھی۔

چھٹیوں میں دوسرے شہروں میں رہنے والے لوگ
بھی ٹن کے بن جمع ہوتے تو میلہ سا لگ جاتا تھا۔ یہ ان
کے گھرانے کی برسوں پرانی روایت تھی جو ابھی تک
ملاست تھی۔ انبساط کچھ عرصے پہلے ہی پیلا کر سکی
تھی اور اس کے ہوتے یہ سب پہلی بار آئے تھے۔
اسامہ کی ملکیت فریل 'جرار کے ماموں اور خالہ' بڑی
بھائی کی پیوچو 'جرار کی دونوں شادی شدہ بہنیں ان
کے شہر حضرات' اور دور پرے کے لڑنو وغیرہ بھی
آئے ہوئے تھے اور گھر میں بہت رونق تھی۔

بادرہنی خانے کے اکثر امور قلمی سرانجام دیتی تھی
دو طرفہ خانہ میں اہل قلم کھلاتی تھی۔ جرار کی دونوں



بہنوں، سہنوں اور غلطی کو کھانے پکانے سے کافی لگاؤ تھا وہ بھی لڑکی فاطمہ کے ساتھ ساتھ لگی رہیں کیونکہ فریادی کھانے پکانے کی لڑکی فاطمہ کے بس کا کام نہیں تھا۔

ان کے ساتھ انبساط بھی شامل ہو جاتی۔ ویسے بھی شادی کے کچھ عرصے بعد ہی اس نے اپنی ذمہ داریاں سنبھال لی تھیں۔ ان کے خاندان کی لڑکیاں کمرہ بنانے کے لئے آمیز بل تصویر کی جاتی تھیں۔ اور شادی کے وقت انبساط کو بھی بلور خاص اسی قسم کی نصیحتیں کی جاتی تھیں۔

اس بات کا اسے اچھی طرح احساس تھا چنانچہ لڑکی فاطمہ کے ساتھ اس نے بھی ہاتھ پانا شروع کر رکھا تھا۔ آج بھی وہ بچن میں تلی کہ پکوانے سٹلے اور پکوریوں بنانے میں ان کی مدد کرے مگر انہوں نے زبردستی اسے باہر بھیج دیا کیونکہ سب موسم انجوانے کر رہے تھے۔

اس نے باہر نگر سب کے ساتھ شامل ہونے کے بجائے برآمدے میں پڑی کین کی کرسی سنبھال لی تھی۔

بیتھی بیٹی راتیں

یہ بیٹا سہا
یہ بارش پکڑے جس جہاں
اساتہ سٹیپہ سٹاربا تھا۔

انبساط کو اتنے سے لور کھیا انداز میں جذبات کا اظہار بھی بھی پسند نہیں رہا تھا۔ کم سے کم اس کے نزدیک یہ سب فضول تھا۔

خاندان طہری نماز پڑھ کر باہر نکلی۔ انبساط اکیلی بیٹھی تھی۔ انہوں نے بغور اپنی چھوٹی ہمو کو دیکھا۔ اس کی محنت، سنجیدگی اور پلو قدر انداز کی وہ دن سے قاش تھی۔

تب ہی وہ انتہائی تیز رفتاری سے اس نے خاندان بیتم کو اپنا کروڑہ کر لیا تھا۔ کچھ ایسا ہی حال اس کے سر اسٹن درانی کا بھی تھا۔

"کیا بات ہے کیا سوچا جا رہا ہے" انہوں نے

وہ سری کرسی سنبھالتے ہوئے بغور اسے دیکھا۔ تو وہ سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔

"کچھ نہیں بس قدرت کی خوبصورتی کو دل میں سراور رہی تھی۔" وہ ہولے سے مسکائی۔

"بہت خوب تم اکیلے میں بیٹھی ہو نور ان سب کو دیکھو سیتے بے فکر ہیں۔" ان کے لہجے میں محبت سی محبت تھی جو باورہ شملے ادکا کر رہ گئی۔

ان کے سامنے وہ حقیقت پسندی کا اظہار نہیں کر سکتی تھی۔ ابھی شادی کو عرصہ ہی نہ تھا ہوا! مسکرتے لوگ اور نئی جگہ تھی وہ ابھی تک سب کے مزاج سے پوری طرح آگاہ نہیں ہوئی تھی۔

"ویسے بھی اپنے جرات کے لئے میں نے تمہارے ہمیں ہی لڑکی کا تصور لیا تھا جو اسے تیر کی طرح سیدھا کر دے۔" خاندان کے انداز میں بے ساختگی سادگی اور شرارت کا تاثر یک وقت موجود تھا۔ وہ اسے جرات کے بچپن اور جوانی کے قے سنانے لگیں جس میں اسے دیکھنا نہیں سکتی تھی۔

وہ دھاتی، باپ سے ہی تو امی، ابو، بھائی، بہنیں، رفقاء اور بھائی سب اس کی شادی پہ سنا خوش تھے۔ ہو کو بطلان تھا اس کی سمجھ داری پہ تو امی کو اپنی تربیت پہ بھروسہ تھا۔ جرات کے رشتے پہ سب ہی خوش اور مطمئن تھے کیونکہ سکون اور اطمینان تھا ان کے چہرے پہ جب اس نے رشتے کے لیے ہل کی تھی۔ اس کی ذات سرخ و گھری تھی اور یہ بات ان کے لیے کافی پر اطمینان تھی۔

خاندان کسی حکم سے اٹھ کر اندر چلی گئی تھیں۔ اساتہ بولی کولان میں گرسے فرزند بیٹے کے تک وہ کر رہا تھا۔ اس کی نگاہ اور اور بھی تھی۔ جرات نے ہوشیاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے فرزند چھین لی اس کا من انبساط کی جانب تھا۔

"وہی تو موسم تمہاری طرح آلت ہو رہا ہے۔ آؤ

شرارت اس کی آنکھوں سے جھانک رہی تھی۔

"اے شک ہو موسم آلت میں ادھر ہی ٹھیک ہوں۔"

سب کی موجودگی کے خیال سے وہ نرمی سی ادنی کیونکہ جرات میں اس کے سامنے کمر تھا پارہ ماننے کا تہیہ کیے ہوئے۔

"میں اندر جا رہی ہوں اور بھی کام ہیں۔" وہ کافی رکھائی سے ہوتی نظر سے تھی۔

کافی دیر بعد وہ باہر آئی تو پتا چلا کہ سب الٹک ڈرائیو گئے ہوئے ہیں اسے ایک منٹ کے لیے افسوس سا ہوا کہ مجھے کسی نے پوچھا تک نہیں پھر خود ہی اس نے من کو تسلی دی۔

"میں کون سا کھٹ کر آتی ہوں۔" ایک رنج سی مسکراہٹ نے اس کے لبوں کا احاطہ کیا۔

مغرب کے بعد میں نو دو گن ٹپا کی۔ یہ ابھی ہوئی۔ انبساط نے لڑکیوں کے پچھلے پچھلے جسم سے پچھلے پچھلے کپڑے دیکھ کر استغفار پڑھی۔ غزل نے اس کے سامنے ویسٹہ از سر نو بٹھا اور لور لڑھا۔ یہی حال اور یہ لور لڑا۔ یہی تھا جو اپنی دکان اور بے نیازی کا چٹا پھرتا اشتہار بنی ہوئی تھیں۔ ہلنس نے دیکھ کر لطف نہیں لیا ہو گا۔ لنگ ڈرائیو کا شوق اور جوانی کا جوش بھیج سا تھا۔ اس لیے کپڑے کیوں کاؤ کی ہوش سی نہیں تھا۔ مگر انبساط کا خیال ہی تھا کیونکہ انہوں نے پہلے کپڑے بدلے۔ غزل اور ارمیہ کو تواب سروی لگ رہی تھی۔ ان دونوں نے گرم گرم چائے خواہ کر لی۔

"وہ گاہی حسینہ غصہ کی بھی لیار مٹاتی تھی اس کے لیے پاں بھی خوب تھے اور بارش میں قیامت لگ رہی تھی۔" جرات نے پاؤں تھپو کیا اور لور فراتہ انداز میں آنکھ دبا لی اساتہ نے انبساط کی طرف توجہ دلائی جو لور شین پہ بیٹھی پڑھ رہی تھی۔ ان کے ایم ایس سی کا فائل ایئر تھا لیکن شادی اور جرات کی خد کی وجہ سے وہ فائنس ایئر لور اور اس میں چھوڑ سکتی تھی سو اس کا ارادہ تیاری کے بعد پڑی جا کے انیزام دینے کا تھا۔ اس

سلسلے میں اسے خاندان اور احباب صاحب کی نقل سپورٹ حاصل تھی۔ بول ہی موقع ملتا کہ کچھ نہیں کھیل رہی کیونکہ شادی کے بعد اس کی توجہ تقسیم ہو گئی تھی اور کوشش کے باوجود بھی وہ پڑھ نہیں پاتی تھی۔ اس کی یونیورسٹی فیلو شاہ اور ماہ اس کی بھرپور مدد کر رہی تھیں۔ ساتھ ساتھ نوٹس بھی پچھواتی رہتیں شادی کے بعد وہ صرف دوبار میٹے ہی تھی وہ بھی ایک ایک دن کے لیے۔

اب اس کا ارادہ تھ سے کم چندرہ مولہ دن جا کر قیام کرنے کا تھا۔ ساتھ ساتھ نو شاہ لور ہا سے مدد بھی لینی تھی۔ یونیورسٹی حال ہی میں گرمیوں کی چھٹیوں کی وجہ سے بند ہوئی تھی۔ وہ گھر والوں کو س کر رہی تھی۔ اگر ابھی یہ سب مہم نہ آئے ہوتے تو وہ چنی جاتی، ایم ایس طرف۔ مگر جب تک یہ سب یہاں تھے ایسا سوچنا بھی محال تھا۔

جرات اسے سوچ کرنے کے لیے تیار ہو چکا تھا۔ بڑے آرام سے کتاب اس کے ہاتھ سے لی اور اپنا سر اس کی گود میں رکھتے ہوئے کل کر بنایا۔

ہمیرا خیال ہے کچھ نقصان کم ہو جائے گی۔" وہ اس طرح رتی ایکٹ کر رہا تھا جسے ان دنوں کے لور ہیں لور

خدا کا شکر ہے کہ اس نے اسے

وہم کہہ دیتی سچائی سے

فوز یہ پائین

کوئی نہیں ہے۔ اس کی بھی ایسا نہ کابل جلاتی تھی نہ جانے وہ سب کے سامنے کس وقت کیا کہ وہ غریب شرارت سے کھائیں اور کوشل سے نظر انداز کر دیا کیونکہ وہ جرات کے مزاج سے ابھی طرح واقف تھیں۔

”یہ خدمت اپنے کمرے میں لیا کرو۔“ غزل نے دوستانہ مشورہ دیا۔

”یار کیا ہے میری چائز شرعی بیوی ہے اور کمرے میں تو لن کی کتابیں ہوتی ہیں۔ پورے بندہ ہے۔ اور مجھ غریب کے کیا جرات جو خدمت لوں اس باقی حسینہ سے۔“ وہ کھلے قارم میں تھا اور انبساط اس کی سی پائی پائی ہوئی۔

”بھئی! تم سب کو اس کا سر ہٹا کر دیں سے بھی تو روٹا مارا آگیا۔ پچھلے تو پھر بھی کسی حد تک وہ اپنے جاسے میں ہی رہتا تھا پر جب سے غزل آئی تھی اس کی جرئت اور آستائیں کو ذہن مل گئی تھی۔

بارش لٹل کے ہرے رہی تھی۔ انبساط کا موڈ تو خواہی تھا سا ہو گیا۔۔۔۔۔ اس کا دل اداس بنا تھا۔ رات کا کھانا اس نے قافلہ کے ساتھ مل کر تیار کیا۔

”بہت مزے لگے یا ہے کھانا آج تو۔“ انبساط کے ہاتھ کی ہوائی کھلتے ہی احسان صاحب نے بچے دل سے تعریف کی۔ کچھ ایسی ہی رائے اوسل کی بھی تھی۔

کھانے کے بعد انبساط سب کے لیے قہوہ بنا کر لے آئی۔ ان کے گھر میں کھانے کے بعد قہوہ پینے کی عادت تھی۔ یہاں آکر اس نے سب کو بھی یہ لذت و نکل دی تھی۔ احسان صاحب تو بطور خاص اس سے فرمائش کرتے تھے لن کا وزن اور کوشنل مسلسل قہوہ پینے سے کوشنل میں آئینہ تھا اور پہلے کے مقابلے میں وہ خود کو چاق و چوبند بھی محسوس کرتے لگے تھے۔

شازبہ بھائی اور عظمی جلدی سونے چلی گئیں۔ عروقت بھائی اور شازبہ بھائی کے شوہر شہناز بھائی نے لہو لن چٹل چو کڑی کا کچھ دیر ساتھ دیا پھر انھیں بھی

غیر تماشوں ہو گئی۔ سارا خاندان چھوٹا اور عاتقہ غزل سے پہلے ہی اٹھ کر چلی گئی تھیں سونے کے لیے کوئی اریہ بھلی غزل اور اسامہ کا دوا کھینٹنے لگے جراتیہ پر کھڑا جانے کی سوچ رہا تھا۔

انبساط بھی کمرے میں چلی گئی۔ وہ کبھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس نے وضو کر کے عشاء کی نماز کی نیت باتمندی۔ جب جراتیہ لکھا لکھا اندر داخل ہوا تو لافلی پڑھ رہی تھی۔ وہ گرنے کے انداز میں دیکھ پڑھ رہا ہو گیا۔

سامنے دو دشمن جن میں موجود تھی۔ اپنی ہی کھی ہوئی کئی باتیں اس کے ذہن میں شور مچانے لگیں۔

”نہیں چاہتا ہوں تمہیں فجر کے بعد ہی دیکھوں۔“ ایک روز جب وہ اپنے خاندان میں ہونے والی شادی کی رسموں کے بارے میں باتیں کر رہی تھی تو جراتیہ نے اسے کہا تھا۔

”ہمارے ہاں جب دو دشمن رخصت ہو کر آتی ہے تو وہاں سے اس کا رونا کر دیا جاتا ہے۔“

”وہ کیوں؟“ اس نے حیرانی سے پوچھا تھا۔

”جس رسم بہت تاری۔“ وہ شہن بے نیازی سے بولی۔

”یہ مردہ کب تک ہوتا ہے؟“

”پہلے تو ایک ایک بخت رہتا تھا پر اب فجر کی نماز کے بعد وہ لہا و لہن ہو کر کھسکے۔“

”نہیں چاہتا ہوں تمہیں فجر کے بعد ہی دیکھوں۔“

”تب تک صبح ہو چکی ہوگی۔“

”میں دسمبر میں شادی کروں گا۔ سوچیں دیر سے نکلا ہے تم نماز جلدی پڑھ لینا کہ ہلکے ہلکے اندھیرے اپنے لے کے منگم میں میں تمہیں دیکھوں۔“ ایک عجیب سی التجا اور بے قراری تھی اس کے لہجے میں وہ دیکھو تو نہیں ملتی تھی مگر محسوس ہو رہا تھا۔

”میں دسمبر میں نہیں بلکہ جون میں شادی کروں گی۔“ وہ کھلکھلائی۔

”پر میں تمہیں دسمبر میں لے کے جاؤں گا۔“ جرات کا بندہ ذہین کن تھا۔ دسمبر میں تو نہیں البتہ مئی کے

آخری عشرے میں وہ دس دن کے روپ میں بھی سنواری اس کے کمرے میں موجود تھی۔ انبساط نے نماز پڑھنے کے دوران ہی اس کی نظروں کے ارتداد کو محسوس کر لیا تھا تب ہی قہوہ پلانٹے ہی اس نے کتابوں میں سوسے نیا تھا حالانکہ اس کی خاص ضرورت نہیں تھی کیونکہ

اجتناب میں اچھا خاصا نمبر پڑھا تھا۔

”مگر تم نے مجھ سے دور ہو کر پڑھا تو پھر پڑھنے نہیں لگا؟ میری گود میں سر رکھ کر پڑھو تو پھر تک نہیں کروں گا صرف تمہیں دیکھوں گا پر اس۔“ انبساط کی طرف سے بے اطمینانی کے اظہار پر اس نے پر زور یقین دایا تھا۔ کچھ عرصہ پرانی بات اسے یونہی یاد آئی تھی اس نے انبساط کی طرف کراٹ بٹا کر کچھ آنکھوں پر رکھ لیا۔ پر وہ بند آنکھوں کے نیچے بھی نظر آتی رہی۔ آنکھ پھٹی جاتی ہوئی۔

”انبساط تم واقعی ایک مختلف نوعی ہو حیرت انگیز طور پر۔ تمہارے سینے میں دل نام کی چیز بھی ہے کہ نہیں۔“ وہ خیالوں میں اس سے لڑ رہا تھا۔

یاد سے اوپر کا نام تھا۔ انبساط نے کتاب بند کر دی۔ جرات سوچا تھا۔ اس نے جرات کے پاس رکھا وہ سرا کھیہ اٹھائیں۔ وہ بے ڈھنگے انداز میں سو رہا تھا۔

دو لہجے پڑو گئے کے گرد پھیلے ہوئے تھے وہ لوندھا پورے بندہ پھیل کے سو رہا تھا اور سوتے ہوئے بھی لنگائی زور زور ٹک رہا تھا جتنا کہ جانتے ہوئے لگا تھا۔

انبساط نے آنکھ چرائی۔ اسے بہت عجیب لگ رہا تھا۔

”آپ کس کراٹ پہ سوتے ہو۔“ چونکہ لب اتنی بے تکلفی تو ہوئی تھی تھی اس لیے اس نے بے پروا حرکت پوچھا تھا۔

”میں آٹھ سونہ ہوں زیادہ تر نیچے کو بازوؤں میں لے کر پر شادی کے بعد ایسا نہیں ہو گا تمہیں گئیہ بنالیں گا۔“ جولیا اس نے اتنی ہی بے باکی سے جواب دیا تھا انبساط کے گلے لال گا ل ہونے لگے تھے۔

انبساط نے اس کی طرف سے رخ پھیر لیا۔ جرات نے سر جھپٹی آنکھیں کھول دیں۔

”انبساط صاحبہ آپ کو ضرورت تو نہیں گا کہ محبت میں

قہقہوں سے بندھی ہوئی تحریر۔
اداس اور غمگین قہقہوں کے لیے
ایک نمبر سا پہاڑ



وہ اب دونا چاہتا تو نہ بدو جا
نہ بدو جا چاہتا تو نہ بدو جا
ایک سر پہ اداس کی داستانی حیرت
خوشیوں نے پہنچائیں اور بدو جا

ہما خضر غلام صاحب

القلمیہ کیمبر، ایم اے

پتہ: 300/- روپے

قیمت: 300/- روپے
مکتبہ عمران ڈائجسٹ
37، بازار، کراچی

لے چٹکی اتر پ اور سہ قراری کیا ہوتی ہے تم تو اپنے
 ہی کے لفظ اور وعدے بھول گئی ہو مگر میں تو نہیں بھولا
 کچھ بھی کہ۔۔۔ "انبساط کے چمکتے آنکھ کا ایک گونا اس
 کے پاس گرا تھا اس سے پہلے یہ چمکتا انبساط آگے
 بڑھ گئی تھی۔

رات عظم عظم کر بارش برسنے کے بعد صبح بھی
 دھوپ نکل آئی کبھی ہلکے بھلا جاتے سو سوپ پھوٹوں کا
 یہ کھیل جاری تھا۔ جرار گزرنے کے ساتھ ہاتھ میں
 معصوف تھا۔ موضوع گفتگو کل والی گلابی حسینہ بھی جو
 اسے تن بھی یاد تھی تھی۔ کبھی تو بھانسنے بھانسنے
 سے ذکر ہو رہا تھا۔

"ہل یار جان کر نکلتی تھی اس میں میری کوئی
 غلطی نہیں تھی رتے کرتے شرٹ کا کالر پکڑ لیا اوپر
 کے تینوں ہن ٹوٹ گئے ڈانگ دم میں پڑی ہے
 شرٹ۔۔۔" وہ انہیں ہنس کر کل دلا قصہ از سر نو دہرایا
 تھا۔ انبساط نے سلتی نگاہوں سے اسے نہ کھا تو اس
 نے بڑے شرارتی انداز میں ایک آنکھ دھری۔ اس نے
 منہ پھیر لیا تو سب ہنسنے لگے۔ انہی حرکتوں سے انبساط
 کی جوتن بجائی تھی۔

"ہل یار جی جی میں لڑکی جرار بھائی سے جوتن کر
 نکرتی تھی ان کا تصور نہیں تھا۔" انبساط کے چہرے پہ
 غصے کے پہلے رنگوں کو دیکھ کر غزل نے اس کی طرف
 سے صفائی دی تھی۔

جرار غیر محسوس انداز میں اس کے تاثرات کا جائزہ
 لے رہا تھا۔

اوپر فرس نے چند طن میں ہی انبساط کے اکثرے
 اکثرے کر پڑا رہتے کو محبت لیا تھا جرار اپنی طرف
 سے لاکھ و کشش کر رہا تھا۔ بن کے درمیان حائل مروج
 کو گھر و نولوں سے لافتم ہی رہا جائے پر وہ اس کی
 کوششوں پر پانی پھیرتے میں لگی ہوئی تھی سو کم از کم
 اپنا تھکایا کے حق میں نہیں تھا۔

عظمیٰ اور سارا کے شوہر حضرات تو چند دن رہ کر

چنے گئے تھے البتہ نولوں اور مری تھیں۔ خالہ چھوٹا
 اور دیگر گزرنے بھی قیام کارا رہ گئے تھے۔ سو انبساط کے
 میکے جانے کا پروگرام ملتا ہی جا رہا تھا۔ جرار نے
 مسامحہ کی وجہ سے جو چٹکی کی قسم ہو گئی تھی۔
 اب وہ بھی بلب کے سینے میں پشاور چاچا کا تھا
 گرمیوں کی بھی یہ سہریں تھیں سو سو گریں بھر چکا تھا
 لیکن وہ پر سکون تھی کیونکہ جرار اور حریف قاضی کا
 موجودگی میں وہ بے سکون ہی رہتی اس کی حرکتیں ہی
 ناقابل برداشت تھیں۔

رات کو مزے لور سکون سے سوئی تھانویہ ہما بھی
 چھوٹی راتیں اور بعض چہرے کے مسکراتی جانے۔

عظمیٰ اور سارا کے جانے سے بلا دن کے جرار ایک
 اینڈیہ والی آیا تو دونوں ہمیش خوش ہو گئیں۔ عظمیٰ
 سارا آٹھ دس اور جرار چار پچاس بھائی تھے۔ جرار سب
 سے چھوٹا اور ملاؤں تھا۔ جب ہی تو اس کی ضد ہوتی تھی
 تھی۔ لہذا کے خاندان میں ہا ہر شایاں نہیں کی جاتی
 تھی پر جرار نے اس روایت کو توڑ ڈالا تھا اور کبھی کو
 اعتراض بھی نہیں تھا۔ عائشہ لور احسان نے اس کی
 ضد پوری کر دی تھی۔ سب نے کھیل سے انبساط کو
 خوش آمدید کہہ دیا۔ ان کے خاندان میں خوشگوار امانت
 ثابت ہوئی تھی جرار اپنی جیت پہ نازیں لور خوش تھا۔

انبساط کمرے میں آئی تو کمال مہارت سے اپنے
 تاثرات چھپا کر وہ سو گتیں سیانچند سیکھ دہر دہر دہر
 میں کھڑی اسے کہو جی نکالوں سے کتنی رہی۔ اس نے
 آہستہ سے بند کے پاس آکر تکیہ اٹھایا اور رخ موڑا تو
 جرار نے اس کے دہپے کو گونا محسوس انداز میں اپنی
 طرف کھینچا وہ چٹکی تو جرار نے عدم کی گھٹیں کھینچ
 دیں۔

ہوہم میں سب کچھ پہلے جیسا بھی تو ہو سکتا ہے جیت
 کر کہا کرتی تھیں۔ "اس کا دہپہ جرار کے ہاتھ میں تھا
 اس نے زور لگا کر اپنی طرف کھینچنے کی کوشش کی۔
 محبت اور مہار لہیا نہیں بہہ آگ کسی اور سے

عظمیٰ اور سارا کے شوہر حضرات تو چند دن رہ کر

اور کل کسی اور سے اور پرسوں کسی اور سے۔ اس
 کے نقطہ پرست نہ رہے تھے۔
 ہاتھ پہلے مل جاتیں تو پیار محبت بھی تم سے
 نکلتا۔ "وہ دھنالی سے بولا۔

"مجھے کیا پتا تھا میرے نصیب میں اتنی پیاری ہوئی
 تھی۔" وہ چپکے سے اگر بھی دیر ہے ہزار تو یہ ساحل بھی
 نہیں ہے کہ کہہ سکیں۔

سمندر سے طے پائے کو طعنہ
 چندوں طرف سمندر ہے اور پنے کو ایک قطرہ
 بھی نہیں۔ لب اس کی نگاہوں کا انداز شوہرانہ
 استغناء میں بدل چکا تھا۔

ہمیں تم پہ پورا حق رکھتا ہوں۔ اس کے لفظ
 بہت بھرپور تھے۔

"اسی کوئی بات نہیں ہے۔"
 "اسی بات کیوں نہیں ہے۔ اس وقت تو کچھ نہیں
 بولتی تھیں جب میں کہتا تھا کہ ہمیں ہمیشہ کے لئے
 ساتھ لے جاؤں گا۔" تم سے کم اس بات کا انبساط
 کے پاس جواب نہیں تھا۔ وہ مضطرب سی ہو کر دونوں
 کو قہقہے دیتی تھی۔ جرار کو ایک ہار پھر اس پر ترن سا
 چمک اس نے ابٹ بند کر کے اس کی طرف سے
 کوٹ بدل لی۔

صرف ایک سال پہلے کی ہی تو بات تھی زمین کی پڑی
 سیدھی اور پتی نہ تھی۔ اب اتنے الجھتا ہوں سے
 پہنچے۔

انبساط نے چڑی جانے کی پوری تیاری کر لی تھی۔
 کچھ دنوں میں رمضان المبارک بھی شروع ہونے
 والا تھا۔ اس نے جرار کو کہہ دیا تھا کہ میں اپنی طرف
 جانا چاہتی ہوں وہ کہیں کچھ بول سکتا تھا انبساط نے
 ویسے بھی اسے صرف تھانویہ عزت ملنے کی رحمت
 انوار میں کی تھی۔ کیونکہ عائشہ بیگم نے پہلے ہی
 جرار کو کہہ دیا تھا کہ انبساط کو پشور جلاتے ہوئے پڑی
 چھوڑا۔ سو مسودہ کی تھی۔

جرار اور کھڑا اس کی پگڑیاں ملاحظہ کر رہا تھا تیار
 ہو چکی تھی۔
 "نہیں نہیں آؤ گی۔"
 اس نے اپنی بے قراری عین نہیں ہونے دی
 تھی۔
 "ہم نہیں کب تک اس کی؟ وہ عام سے لہجے میں
 بولا۔

سب سے مل کر وہ گاڑی میں بیٹھ گئی۔ جرار پہلے ہی
 ریورس کر کے گیٹ سے باہر نکلی چکا تھا۔ عائشہ بیگم
 نے اسے اپنا خیال رکھنے کی پر زور ہدایت کی۔ وہ
 آنکھیں بند کیے سیٹ سے ٹیک لگائے ارد گرد سے
 بے خبر گھومتے کی پوری کوشش کر رہی تھی۔ جانے
 کیوں جتنے دنوں کی یاد نے جرار کا دامن تھا۔ وہ پشور
 سے میاں تو لی پہنچ گئے تھے۔ سڑک کنارے "خون پھیر
 ہوئی" کھد رنگ پورہ آویز میں تھا جس میں اس کی بڑی دل
 آویزی لگا دیا ہے تھی۔

تین ماہ پہلے جب وہ اسے رخصت کر دیا کر پڑی سے
 لا رہا تھا تو اسی پشور ہو کر کے باہر وار کے تھے انبساط کو
 پڑی سخت پاس لگ رہی تھی۔ سارے رستے میں سولن
 سولن کرتی آئی تھی۔ شازبہ بھابی کے کتن میں تقریباً
 لکھتے ہوئے اس نے رو دینے والے انداز میں کہا کہ
 مجھے پاس لگ رہی ہے۔ اسلام ڈرائیونگ سیٹ پہ
 تھا۔ شازبہ بھابی نے جرار کا کندھا مالیا۔ اس نے پیچھے
 مڑ کر دیکھا تو انہوں نے کہا کہ انبساط کو پاس لگ رہی
 ہے۔ گاڑی میں رکھی منسل واٹر کی چاروں بو نہیں خالی
 ہو چکی تھیں۔ پڑی سے چلتے ہوئے انہوں نے کوئٹہ
 ڈرائیونگ لور جوس و میو کیا تھانویہ حد سے زیادہ تھی۔
 منی کا آخری عشرہ تھا۔ سو راج اک بر سارا تھا سب
 تو مزے سے باتیں کر رہے تھے ساتھ کھانپ رہے تھے
 شازبہ بھابی لور عظمیٰ ہلکی سے دھتین ہار اس سے بھی
 بڑھ چکا کہ کچھ کھانا چاہیے تو تیار۔

وہ سب خوراک تھی پھر اس حال میں کھانے پینے کا
 تصور بھی محال تھا اس نے انکار میں سرکہ حرکت دی۔
 میاں تو لی پہنچے تک اس کا حشر ہو چکا تھا پلوں گھٹنے کے

ہوئی۔ گرمی بہت زیادہ تھی اس بار روزے بھی خوشید
گرمیوں میں آئے تھے۔
جگر کا لٹکان ہوئی تو اس نے فوراً نماز کو ایک نماز کے
بعد ترجیح کے ساتھ ایک سیپاہ پر حنا یہ اس کی پرانی
ملوت تھی کہ رمضان میں وہ پیشہ ترے کے ساتھ
قرآن پڑھتی بھاگتی ہیں اور ان کی سمیٹ نکلی
تھیں۔ قرآن سے فانی ہو کر بلی کاہ اس نے کرنا پھر
بڑی دیر کے بعد غنیمت کی پر سورج سر پہ لکڑا تھا گرمی کی
وجہ سے جلدی آگے کھل گئی اس کی۔ گرمی بہت زیادہ
تھی مگر حیرت انگیز طور پر روزے نے زیادہ تنگ نہیں
کیا کیونکہ سر شام ہی بابل امانڈ آئے تھے۔

روزہ روزہ روزہ

چند روزے گزر چکے تھے جب عائشہ بیگم کا فون
آیا کہ کب گھر آؤ گی؟ اس کا جانے کو بالکل دل نہیں
کر رہا تھا اسے میکے آئے ایک ملا ہوئے دن تھا۔ اور
یہ دن کیسے گزرے خیر ہی نہیں ہوئی۔ دل کو حیرت انگیز
تھا تھا۔ یوں لگ رہا تھا وہ شادی سے پہلے والی انبساط
ہے۔ یہ حقیقت یہی تھی کہ اب وہ شادی شدہ زندگی
لڑتی تھی۔
نیکے آنے کے بعد اس نے جرار کے بارے میں
بالکل بھی سہجے کی زحمت نہیں کی تھی۔ لیکن جرار تو
فلسفے سے گرا رہا تھا ایک قاتر سے آئی مس یو
کے پیسج آرہے تھے وہ جو لب و لہجہ بھی تو کلمہ کی بات
کرتی۔ اب جب عدنان چھوٹے جا رہا تھا اسے تو جرار
کی ساری باتیں یاد آتے لگی تھیں۔

روزہ روزہ روزہ

گھر میں داخل ہوتے ہی سب سے پہلا سامنا جرار
سے ہوا۔ وہ عائشہ بیگم کی گود میں سر رکھ لیا تھا۔
ٹی وی لاؤنج میں سب بیٹھے تھے اظہار میں آدھا کھنڈ بقی
تھا۔ جرار سب سے پہلے ہنسنے لگا۔ عدنان سے ملا۔ انبساط
عائشہ بیگم کی طرف بڑھی جنہوں نے گنگا کر اس کا
ہاتھ چوما۔ اریہ و کوٹ بھی اسے دیکھ کر خوش تھیں۔
شازیہ بھاگتی کے چہرے پہ خیر مقدمی مسکراہٹ تھی۔

فرار فرار سب سے پہلے کے بعد ہٹ کر صوفے
پر بیٹھی تو فوراً ہی جرار کی گھاس کی چٹائی کا احسان
ہوا۔ اس نے ایک ٹائپ کے لیے نظر اٹھائی تو فوراً ہی
چراغ۔ کیونکہ اس کی آنکھوں میں شبنم اور شکایت
کی تحریر آسانی پر دھمی جا سکتی تھی۔
لفظاری کے بعد وہ عدنان کو سیٹ روم میں لے
آئی اور اس کے کپڑے نکل کر دیئے تاکہ وہ فریض
ہو جائے کیونکہ روزے کے دوران طوئیں سفر سے وہ
خود بھی تھک گیا تھا اور اب آرام کرنا چاہتا تھا کیونکہ
صبح واپس بھی جانا تھا۔ کھانے کے بعد سب
معمول قہوے کی فرمائش ہوئی تو وہ دکان میں آکر قہوہ
پلانے لگی۔ جرار بھی بسٹریں کھینچ کر اس کے پاس بیٹھ
گیا۔ وہ شوق اور دھیمی سے اسے دیکھ رہا تھا حیرت کی
بات تھی کہ اس کے کسی بھی انداز سے غصہ ظاہر نہیں
ہو رہا تھا۔

”کیس ہو؟“ اس نے بڑی پانچیت سے پوچھا۔
”ٹھیک ہوں۔“ وہ عام سے لہجے میں بولی۔
”ہو نہ۔ کل ٹھیک لگ رہی ہو۔“ وہ اس کا سر ہلا
نگاہوں میں جذب کرتے ہوئے بولا تو چینی بولتے اس
کے ہاتھ لرزے گئے۔

”میں کل ہی واپس آئی ہوں۔“ وہ بخور اس کے
چہرے کو چنچ رہا تھا۔ جرار اچھے منہ تھا اور پشاور میں چاہ
کر رہا تھا۔ یہ ہر ہفتے گھر کا چکر لگ لیتا تھا تو انبساط نے
کبھی کہا کہ وہ اس کے ساتھ جانا چاہتی ہے اور نہ ہی
اس کا رویہ دیکھ کر جرار نے نزدیک اس کے ساتھ
جل کر رہے گھر والے انبساط سے خوش تھے وہ بھی
چپ تھا ابھی خاصی زندگی و سرب ہو گئی تھی۔
شادی سے پہلے سب کچھ غافل تھا یہ تو بعد میں
اکثر شکات آئے کہ کیا کچھ ہوا ہے پر اس کے بلوچہ
جرار پر سکون تھا کہ اسے کی اداکاری کر رہا ہے کہ اس
وقت بھی کر رہا تھا۔ دل میں بے پناہ غصہ تھا جسے اس
نے بمشکل قابو کیا تھا۔

انبساط نے کچھ کڑے لہجے میں ملن کی اونٹن
ساعتوں میں سما تھا اس قسم کے لڑکوں کے ساتھ ایسا ہی

ہو جاتا ہے۔ سوئے وقت رہا تھا۔
کیسی دھوم دھام سے شادی ہوئی تھی۔ سب نے
ہی اپنے اپنے ارمان نکالے تھے۔ ان کے گھر کی آخری
شادی تھی اس لیے احسان عائشہ شادی سب عظمیٰ
سار اسب کی ہی خواہش تھی کہ کوئی کمی نہ رہ جائے وہ
خود لٹا ایک سا بند تھا ایک رسم کو ابجائے کیا تھا۔
وہ قہوے کے لیے چائیاں نکل رہی تھی۔ جرار کو
پوری شدت سے کچھ یاد آیا تھا۔ کہاں کہاں اس نے
جرار کو خواب نہیں دکھائے تھے۔ اسٹول کو ٹھوکر مار
کر پرت کرنا عین اس کے پاس کھڑا ہو گیا۔
”یہیں کھیل رہی ہو تم میرے ساتھ۔“ اس کی
آنکھیں شدت غصے سے دھمک اٹھیں۔

”کھیل تو کب خود اپنے ساتھ رہے ہیں میرا کیا
قصور؟“ ابوالجواہر اپنی ہی معصومیت سے بولی۔
”یہ جوائے اطمینان سے میرے گھر میں رہ کر نہ
بے یوں بولی رہی ہو تو یہ سراسر میری مہربانی ہے۔ وہ
مروانہ احسانات و جذبات کچھ میں بھی پائے جاتے
ہیں۔ اور پھر تمہو کو خواب دکھا کر میری آرزو کو بے یار
گرتی رہی ہو۔ میرا بھی دل چاہتا ہے کہ اپنا شوہر زندہ حق
وصول کرے۔ اپنی محبت کا غزل و وصل کھولے۔“
انبساط کے کچلنے کی نو میں اس نے درد سے بے پائی دیکھے
پہنچے سر ہوا نہیں اور گلابی رخسار چپ سے گئے۔

”کیوں مانتی ہو تا میرا احسان؟“ سرکش آنکھیں
اس پر جمائے وہ نہ درجے غصے میں تھا۔ وہ کیا جواب
دیتی چرا جھکائے اس وقت وہ سخت بے چینی کا شکار تھی
چہرے سے بے اطمینانی اور پریشانی تھی جرار
پس کھڑا تھا اس کا کندھا ابساط سے ٹکرا رہا تھا۔
اسے نظروں میں رکھ رہا تھا جیسے کہ وہ اب بے یار؟
شازیہ بھی کچل کچل میں داخل ہو گئی تو اس نے
سکون کا سانس لیا۔ ورنہ تو اسے لگ رہا تھا جیسے عدالت
کے کنبے میں کھڑی ہے۔ انہوں نے شرارتی
مسٹر اسٹ سے دونوں دوں کھلا۔

”بھئی تیار از وینا ہو رہے ہیں؟“ جرار نے اپنے
زندہ دہائی اثرات چھپا لیے وہ سر پائ محبت لگ رہا تھا۔

”اتنے دلہن کی ندی کا حساب کتاب کر رہا تھا۔“
اس کی اند شازیہ بھاگتی کی بے تکلفی تھی جیسی تو وہ
آرام سے کہہ گیا۔ انبساط کو لگ رہا تھا وہ ابھی ندی سے
گئی۔ یہ تو جھلے ہو رہے تھے۔
”لگتا ہے بڑا کڑا حساب لیا ہے۔“ انہیں انبساط کا
سرخ چرا نظر آ گیا تھا۔
”ابھی کہاں ابھی تو ابتدا ہے۔“ وہ نظروں میں
فوکس کیے ہوئے تھا۔ شازیہ بھاگتی کہاں جان سکتی
تھیں مسکراتی رہیں۔
”ابھی میں قہوہ دے آؤں سب کو۔“ اسے
بدوقت بہانہ سوجھا کرے انکار کر پھر نکلتے ہوئے اس
نے خود کو مسرت سے ہٹایا تھا لیکن۔

وہ کافی دیر عائشہ بیگم اور احسان صاحب کے پاس
بیٹھی رہی۔ وہ اسی ابو اور بھائی کے بارے میں بات
نہر رہے تھے۔ عشاء کی گھان ہوئی تو وہ نماز کے لیے
مسجد میں چلے گئے۔ انہوں نے اب نماز تراویح بھی
رہ کر ہی آتا تھا۔ جرار بن کے ساتھ تھا۔ اس نے
سکون کی سانس لی تھی۔
سفر اور ذہنی تھکاک کے باعث وہ بے آرام سی
تھی۔ نماز کے بعد بستر پر گرتے ہی پریشانی کے ہانچہ
غند آگئی۔

وہ شادان فرماں سوئی تھی۔
جرار صوفے کے پاس کھڑا خشک لکڑیوں سے محو
لو اب انبساط تو دیکھ رہا تھا۔ انداز سے لگ رہا تھا وہ
گھری غند میں ہے اس نے آکر اسٹ جا دی تھی وہ
تب بھی نہیں جاگی۔ جو اس بات کا ثبوت تھا کہ وہ ابھی
گھری غند میں ہے۔

”خیر تیرے سونے کی خبروں کا تمہاری آمد ہوتی ہے صبر
کی اور میری پناہ۔ اب لبریز ہو چکا ہے۔ بہت برداشت
کر لیا ہے تمہارے تو میں تیسرے کو میں بھی انسان
ہوں۔ تم نے مجھے شوہر کا درجہ دیا ہی نہیں۔ شادی
سے پہلے میرے جذبات کے ساتھ بیٹھی رہی ہیں اور
بعد میں بھی تم نے میری خاموشی سے مجھے کٹھ کاٹو
کچھ لیا۔ خیر یہ تمہاری غلط فہمی سب میں بہت جلد وار

اور اس سارے قصہ میں سب سے حیرت انگیز پہلو یہ تھا کہ ہمارے اس لڑکے کو دیکھا تک نہیں تھا نہ اس کے بارے میں کچھ جانتی تھی۔ اس دوستی کا اتنا لمبی فون فون ہے:۔



✱ ✱ ✱

ابدرمیان میں نیا مسئلہ کھڑا ہوا تھا۔

ہاں کو یہ کرا سے اپنے آنسوؤں سے تپو سس رہا تھا۔
سفید براتی بندھے پڑی بندھنوں کاڑھا نیچے نگ رات سس رہی۔
جب ہمارے ساتھ یہ سلسلہ شروع ہوا تو دونوں نے
پہلی ہل میں بار تھا کہ جانے کیا ہو گا کیونکہ وہ بہت حساس
تھی۔ ان کے خدشات درست نکلے تھے۔ لیکن یہ
ان دونوں میں سے کسی نے بھی نہیں سوچا تھا کہ وہ
طرح پستان پہنچ جائے گی۔

خواب آور دو لڑکیوں کی بھاری مقدار اس کے
معدے میں موجود تھی جو کافی دیر اسی طرح رہی۔
کیونکہ رات کے وقت اس نے یہ فعل سرانجام دیا
تھا۔ منہ کھولا اور منہ کھول کر رہی تھی۔

ان کے ہونے اتنی مشکل سے بھابہ دوڑ کر کے
پولیس واپس کو پیسہ دے کر جون چھڑائی تھی ورنہ یہ تو
سیدھا سیدھا پولیس میں آ جاتا۔

باشل میں ہی ٹانے ہڈیوں فون اور ایک نمبر ان
دونوں کے حوالے کیا تھا۔ اس نے بات کوئی بھی نہیں
کی تھی۔ کیونکہ ہمارا حالت بہت نازک تھی۔ سہ ماہی
فون کھڑے تھی۔ نمبر بھی اسی کے پاس تھا۔

ڈاکٹر کی بھرپور کوششیں اور ان سب کی دعاؤں
سے ہوائی حالت آہستہ آہستہ سمجھ رہی تھی۔ رفتہ
رفتہ زندگی کی طرف لوٹ رہی تھی۔

تب ٹانے ان دونوں سے بھی ایک سی بات کی۔
"میں اس شخص کو سزا دینا چاہتی ہوں ایسی کڑی سزا
کہ یہ زندگی بھر یاد رکھے اس کے لیے مجھے تہہ دلوں
کی مدد چاہیے۔"

"کیسی بد۔" دونوں نے بیسوقت پوچھا۔

"انسانہ طور پر تم بہت اچھا ذہنی ہو کونسا ملک یاور بھی تم
میں۔" "خود بہت سارے والے بندے کو تم آؤ ملک
کا ناں کر سکتی ہو۔ جیسا اس نے ہمارے ساتھ کیا ہے اب
نے اس کے ساتھ کرنا ہے۔ میں نے اپنی دوست کے
کزن کے ذریعے اس نمبر کی لویشن "ایڈریس اور دیگر
معلومات حاصل کی ہیں۔ اس بندے کی معافی پانچ کزن
کے ساتھ ہو چکی ہے۔ پورے بہت پیار کرتا ہے۔ انہی
ملکیت سے میں چاہتی ہوں جس طرح اس نے ہمارے
ٹھکانے کی بات اس کی "ٹیکسٹ" کے ساتھ اس طرح ٹھکانے
مجھے یہ ایک نمبر کا اثبات لگتا ہے۔ تم دونوں ہمارا
لاست ہو اس کی "ٹیکسٹ" کا بدلہ یقیناً تم دونوں بھی اپنا
چاہو گی تاکہ پھر اس کو ایسی جرات نہ ہو۔ باقی میں تم
دونوں پہ چھوڑی ہوں۔ امانت تو مردوں پر سے اعتبار ہی
اچھا کیا ہے۔" "تاکہ بہت جذباتی اور دل گرفتہ لگ رہی
تھی۔ انسانہ فطرتی طور پر بہت رحمتیں تھیں کسی کا کہہ

دیکھا نہیں جانتا تھا۔۔۔ کوئلے کے دانے دیکھ کر کڑوا
بھی رہی تھی۔ پھر یہاں تو بات ہمارا اس کی "ٹیکسٹ" کی
تھی۔ اس وقت بھی ٹانے اس طرح دھڑکے دیکھ کر اس کا
دل خود بھی دھڑکے سے بھر گیا تھا۔ اس نہیں چل رہا تھا کیا
یکہ کڑا لے گا کے لفظ نے ہلا کا کام کیا تھا۔

اس نے بڑے آہستہ سے ان کی بات مان لی تھی۔
ساتھ سے اس وقت تو وہاں میں ہمارا مذاق تھی "تو سب
وہاں سے ہی تو وہ اسے سمجھانے لگی۔

"تم نے کیوں ان کی بات مانی ہے۔ یہ خود بھی اس
لڑکے کو سزا دے سکتی ہے۔ خود بھی سب کچھ کر سکتی
ہے۔ تم ہی کیوں۔ پھر آج کل کا ناں کسی پر اعتبار
کرنے کا نہیں ہے ایسا نہ ہو کہ یہی کے چکر میں پھنس
چو اور اپنی آہستہ سے چلے پڑ جائیں۔ وہ لڑکا ہے ہی قلندری
ایسا نہ ہو کہ اس کی کوئی "ٹیکسٹ" پڑ جائے۔"

"ارے ایسا کچھ نہیں ہو گا تم خدا بخواد رہی ہو۔
میں کوئی سیلہ سال کی لڑکی نہیں ہو سب جانتی ہوں۔
اچھا ہر سب بتا ہے مجھے۔" اسے خود بہت اعتبار تھا
اور سارے ڈر رہی تھی۔ انسانہ فطرت کی بدولت پرورش
تھی۔

پہلی بار انسانہ نے جب اس لڑکے کے نمبر پر کلن
کی تو وہ نمبر آف تھا۔ تین دن دنگا مار کھڑی رہی۔
چوتھے دن تو ہر مقصود باقیہ آتی گیا۔ اس کی کلن ریج
کھڑی تھی۔

"السلام علیکم۔" "لامری طرف سے ہلو کے جواب
میں اس نے سلام کیا۔
"جی فرمائیے آپ کون؟"

"تپ کا نمبر کیوں تک تھا میں تم بن سے کل
کر رہی ہوں۔"

"مختصر یہ آپ قیام کو کولے اور مجھے کون کون
کرتی رہیں تپ۔" "لامری طرف سے تپس تھا۔

"میں چاروں کی اتنی جلدی کیوں ہے؟" اس نے
کچھ نہ کلفی دیکھا۔ اپنا تک "لامری طرف سے فون
کھانا۔" سے بند ہو گیا۔

"پریشانی سے فون کو دیکھتی رہ گئی۔ لڑکے کے

اپارے میں جو معلومات اسے ملنے لگی تھیں اس کے
مطابق تو لڑکا لڑکیوں کا رونا تھا تو اسے ہی جی جان
سے ناشق ہو جاتا تھا۔ اس نے تو فون ہی بند کر دیا تھا
اپنی پریشانی اس نے سارے شیر کی تودہ کندھے اچکا
کر رہی تھی۔

"مٹی ڈالو اس سارے قصے۔" فونوں میں تم لپٹا
خون جھاری ہو۔" ساتھ لپٹا پھر پھینکا لیکن انسانہ ٹانے
سے بند کر رہی تھی کہ ان کی ضرورت کرے گی سو
اپنے دندے سے کیسے کھڑی سارے کو اس پر رحم سا کیا
تھا۔ اس نے بھی انسانہ کی وجہ سے اس لڑکے کو کل کی
لیکن اس نے بات نہیں کی تو وہ جھنجھلا ہی گئی۔ اس
سب غصہ آ رہا تھا ہمارا جان چھوٹ تھی تھی یہی کافی تھا
لیکن ٹانے کیوں اسے طول دے رہی تھی۔

خود رہنا ہو چکا تھے انسانہ کو لگا مار کھڑی کرتے
ہوئے لیکن وہ لڑکا بات نہیں کرتا تھا اس کا نمبر دیکھتے
ہوئے وہ کتنی رہ رہی تھی نہ کرنا پھر نمبر بڑی کر دیا تھا
تو اسے بھی جھنجھلا تھی کہ کچھ بھی ہو جائے اس کو سیدھا
کر کے رہے گی۔

پہلا آخر ایک دن اس نے پیار دیا پھر اسے
کر کے سمجھا تو اس کا دل نرم پڑ گیا اور اس کی کلن آگئی۔
انسانہ نے کہا تھا وہ دنیا میں ان کی ہے کھروالوں سے دور
ایک رشتہ دار کے گھر ہے جن کا رویہ اس کے ساتھ
اچھا نہیں ہے۔ بہت اچھا اٹھل کرتی ہے خود کو۔

کیونکہ اس کی کھروالوں کے ساتھ جی نہیں ہے نہ
ہی اسے کوئی حشر پسند کرتا ہے۔ وہ کئی دن خود
کر لے گی۔ ایسی ہی اور کئی باتیں اس نے کی تھیں جن
کی وجہ سے اس لڑکے کے انداز میں اس کے لیے
بہتر رہی تھی۔

وہ اس بات کو سمجھا کہ اپنے بارے میں اس نے بتایا
تھا کہ وہ دو بھائی اور دو بہنیں ہیں۔ بھائی اور بہنیں
شادی شدہ ہیں وہ گھر میں سب سے چھوٹا ہے
نور پشور ہاشم میں رہ رہا ہے۔ انجینئرنگ لا سٹل ایئر کا
اسٹوڈنٹ ہے اور چشمہ کا رہنے والا ہے۔ اس نے
انسانہ سے کہا تھا کہ اگر تپ کو کسی قسم کی مدد کی

ضرورت ہو تو مجھے ضرور بتائیے۔
انسانہ نے نوٹ کیا تھا کہ وہ بات بہت کم کرنا زیادہ
وہی کٹی کر لی لیکن وہ دعا سلام کے بعد کسی نہ کسی
برائے سے جان چھڑا رہا تھا۔

اس کا ذکر اس نے ٹانے سے کیا تو اس نے کہا کہ وہ
فونوں میں اپنی ویڈیو دیکھانے کے لیے یہ سب کر رہا ہے
تاکہ اس کا انٹرنیشنل ایچا پڑے تم پہ ورنہ ہمارے ذریعے
تمہیں اس کے بارے میں بتا ہی ہو گا۔ ان کی بات
میں وزن تھا سو وہ خاموش ہو گئی تھی۔

~~~~~

"تپ نے کبھی کسی سے محبت کی؟" "جی انسانہ  
نے اپنے تین بڑا چھوٹا بھائی اور ایک چھوٹا بھائی  
وہ کچھ دیر کے لیے خاموش ہو گیا۔

"میری بات آپ کو پڑی تھی؟" "مختصر یہ۔ لیکن  
حقیقت یہی ہے کہ آج کی عورت نے خود کو بڑا ذی وقیع  
کر لیا ہے۔ اپنی قدر و قیمت کا احساس اس کے دل سے  
مٹ چکا ہے۔ میں کسی سٹریٹ عورت سے محبت کا سوچ  
بھی نہیں سکتا لیکن میں محبت ہی بخارت مخلوق  
ہوں جس دن مجھے کسی سے محبت ہوگی اس دن  
میں اپنے کھروالوں کو تلووں گا اور ہر عزت طریقے سے  
اس لڑکی کو اپناؤں گا۔" جواب میں اس کا لہجہ سنا بھی  
تھا اور سخت تھی۔ انسانہ کو اپنی توہین سی محسوس ہوئی۔  
یہ باتیں وہ شخص کر رہا تھا جس کے نزدیک لڑکیاں بس  
نامہ اس کا ذریعہ تھیں۔ مثلاً غلا اور منائی شخص تھا وہ خیر  
اس کا علل بھی وہ کر لے گی اس کی پرواز عقل بہت  
بلند تھی۔

~~~~~

جرار بڑے تاسف سے بچی کو دیکھ رہا تھا۔ وہ آج
کل ایک اور لڑکی کی محبت میں جھلکا ہو چکا تھا۔ انسانہ
محبت کر رہا اس کا مشغلہ تھا حالانکہ اس کی بات بچپن
سے ہی اپنی خندہ زار سے طے تھی۔ پھر بھی اسے لڑکے
مناسبت سے باز نہیں آتا تھا۔
وہ بند رہی۔ بھابہ کے ایک چھوٹے سے شہر جو ہر

آپ بیکار نہ ہو، انا تھا۔ ہاشم میں عدلوں کو ایک ہی رویم بنا
تھا۔ سولہ سی بیوٹی چلی گئی۔ اس کے سامنے ہی تو سخی
شریف کو اس نے اپنی اویو گما تھا۔ ہا کے بعد پورا اتنی
لود لب ارم تھی۔ ہا کے بارے میں اس نے ہنس ہنس
کر بتایا تھا۔

”گوہا ہے کراؤں تمہاری بھوپ۔“

کہ عزیزِ بہت سے رابطہ رکھیے۔ جگہ جگہ سے وہ مجھ سے
 کہتا "اس سے پہلے اس نے کہا تھا کہ میں "یہ مجھ سے
 کر لے گا ہوں۔" تب اس نے کہا "مستتر جگہ سے مجھ سے
 کرو" "تین بدلتے ہیں" اس نے کہا "میں نے کہا

جب بھی بہت کرتی تو دینی پوچھ کر کرتی۔ اس کے پاس معلومات کا خزانہ تھا، جون و لٹا، فوٹو اس تک بھی نظر کرنے کا کو شش کرتا۔

باہوں جرار احسان و رانی کہ مجھے پورے ہوش و
حواس سمیت آپ سے محبت ہو گئی ہے۔ خداوند سے
آپ سے بھناک رہا ہوں کہ شاید یہ میری غلط فہمی ہو
مگر مجھے ابرائک ہو گیا ہے کہ یہ میری غلط فہمی نہیں
ہے بلکہ واقعی محبت ہو گئی ہے۔ میں آپ سے ہار گیا
ہوں۔ مجھے کچھ بھی محبت ہوئی ہے۔ میں سے کتنا درد
نہیں ہو سکتا تھا۔ میں اس کے لیے میں۔ میں سے بھی
نہیں شک رہا تھا کہ یہ شخص جھوٹ بول رہا ہے۔ بالکل
یوں لگ رہا تھا کہ یہ لفظ واقعی اس کی زبان سے پہلی بار
ادا ہو رہے ہیں۔ دھلے دھلے گھرے اور گھرے
لٹتے۔

انسان خاموش سی ہوئی۔ اس نے مجھ سے تو اس نے
سوچا ہی نہیں تھا کہ وہ کیا بھی کہہ سکتا ہے۔ کیونکہ چہرہ
بل سے زائد ہوتے تھے اس دوران اس نے ہمیشہ چہرہ
چھڑانے والے انداز میں ہی بات کی تھی۔ پھر اس کے
ہونٹوں پر ایک عجیب سی مسکراہٹ آئی۔ وہ اب اپنے
اصل کی طرف غور رہا تھا۔ وہ یہ بات بالکل فراموش
کر چکی تھی کہ کچھ ایسے ہی خیالات کا اظہار وہ بھی اس نے
کر چکی ہے۔

تاہم اس نے اس کی بات نہیں سنی تھی۔
تھی۔ کیونکہ اس کی شادی ہو گئی تھی اور وہ لائق و ملا
جنون بھی اس کے ذہن بدل سے اثر کیا تھا۔ وہ اپنی نئی
زندگی میں مشغول تھی۔ جبکہ وہ اپنے کی طرف خاموش
رہنے لگی تھی۔

جرار بہت تیزی سے قریب آنے کی کوشش کر رہا
تھا۔ چونکہ اس کا فاصلہ سسر چل رہا تھا۔ اس لیے گھر
میں اس کی شادی کی باتیں اپنی بی بی نون میں گردش
کر رہی تھیں۔ ہندی میں احسان صاحب کے کوئی
پڑا نہ سمجھتے رہتے تھے۔ ہندی ایک فلم کے سننے
میں گئے تو ان سے پرسوں بعد ملاقات ہوئی۔ وہ احسان
صاحب کو گھر لے گئے۔ ان کی فیملی سے مل کر وہ بہت
خوش ہوئے۔ ان کا سب سے چھوٹا بی بی احسان

صاحب کو بہت پسند آئی۔ اسے دیکھتے ہی ان کے دل
نے خواہش کی تھی کہ یہ — نیمہ زار نور شاکستہ سی
لڑکی ان کے جرار کی دھن بن جائے۔ اس خواہش کا
اظہار انہوں نے شریک حیات سے بھی کر دیا۔ انہیں
بھلا کیا؟ اعتراض ہو سکتا تھا۔ بھلنے سے وہ عائدہ لور
شازیہ کو دوبارہ ان کے گھر لے آئے۔ وہ بھی خوش
ہوئیں۔ کیونکہ لڑکی انہیں بھی پسند آئی تھی۔

اب مسئلہ جرار کا تھا کہ اسے بھی شریک پسند آجاتی۔
ویک لینڈ پر گھر آیا تو وہاں اپنے گھیر لیا اور بتایا کہ وہ لڑکی
دیکھ آئے ہیں۔ وہ بہت اچھا ہوا تھا۔ کچھ سمجھ نہیں
آ رہا تھا۔ دل بدل گیا۔ شریک جاری تھی۔ اس نے کہہ
دیا کہ وہ خاندان میں برسرِ شادی نہیں کرے۔ گلہ ممانے
کہہ دیا کہ لڑکی خاندان کی نہیں ہے۔ پھر اس نے کہا
کہ لڑکی اسے بھی ایک پسند ہے۔ ممانا باریا پوچھتی
ہیں کہ کن ہے 'بٹا' 'بٹا' وہ پوچھ نہیں پوزا۔ لیکن
اس نے صاف کہہ دیا تھا کہ لڑکی ان کا ہے۔ وہ بہت
کی بی بی کو بھول جائیں۔ بھائی تو روز ہی چھیڑ چھاں کر
تھیں۔ محبت ہوئی تھی۔ جو بھائی وہ مسکرا دیتا
لیکن اندر سے وہ خود بھی پریشان تھا۔ انسان خاموش
تھی۔ اور وہ دیر سے دیر سے چھل رہا تھا۔ اس کی توجہ
پر چلائی سے کہی ہوئی تھی۔

اس نے تنک آکر انہوں سے کہہ دیا کہ وہ اس سے
شادی نہ کرنا چاہتا ہے۔ پورے بھی کہہ دیا کہ اس کے خیر و خیر
نکاح و سن کر بہت نہیں تھی۔

"انسان میں نے تم سے ایک بار کہا تھا کہ مجھے
جب محبت ہوئی تو میں اپنے والدین کو بتاؤں گا اور اس
لڑکی کو اپنا بی بی عزت چاہوں گا۔"
"لیکن آپ کی تو محبت ہو چکی ہے۔"
"اے بھائی! میں نہیں یہ غلط فہمی کیوں ہوئی ہے؟"
میری کوئی ہمت نہیں ہوئی ہے۔ میں یہ ضرور ہے کہ
ہمارے ہاں خاندان سے باہر شادیان نہیں کی جاتی
لیکن یہ کوئی طے شدہ اصول یا قانون نہیں ہے۔ میں
نے ضرور ان کو کہہ دیا ہے کہ میں نے لڑکی پسند کر لی
ہے۔ مجھے پتہ کہ میں کب ان کو گھر لے آؤں گا۔"

پہلی تو اس کے ایک ایک انداز سے عیاں تھی۔ اب
انسان نے نہادہ لور چل لیا تھا۔ اب وہ انسان فاروق
نہیں، بلکہ وہ انسان تھا۔ جو کچھ انہوں میں حصہ لے
کر انہیں حاصل کرتی آئی تھی۔ جرار کو وہ خوابوں کی درہ
مگر یہ سب آگے لے آئی تھی۔

"ہمارے ہاں دلہن گھر کا سلا ہوا عروسی سوٹ پہنتی
ہے۔ یہ بھی ریڈ کٹر کا گونا گونا ہو گا اور میک اپ بھی گھر کی
عورتیں کرتی ہیں۔ دلہن کا سر میں تیل بھی لگاتے ہیں۔"
ناگہ دلہن کا روپ بدل گیا۔ گور و لٹا کو ریڈ کٹر کی بدحوالی
پہنا رہی تھی۔ وہ کہہ دیا کہ دلہن کے لیے ہی خریدتے ہیں۔ آپ
سب پہن لیں گے۔ جرار اس کے خاندان کی
شادی کی ہر سیمیں سن کر پریشان تھا۔

"دیلو میں دھوئیں پہن لوں گا لیکن جب تم میرے
گھر آؤ گی تو وہاں وہ لٹا پہنوں گی جو میری ممانا لور بتا بھی
پسند کریں گی۔ تم اپنے خاندان کی شادی کی ر سیمیں
ضرور پوری کرو۔ لیکن میرے ہاں اگر تم کو وہی کرنا ہو گا
جو میں چاہوں گا۔"

"پلیس آپ کے ہاں اگر میں وہی کروں گی جو آپ
کی مرضی ہوگی۔" جرار اس ادا پر غار ہی تو ہو گیا۔
مستقبل کے نئے سارے خواب اس نے دیکھ ڈالے
تھے۔ وہ یہ تھا کہ وہ انسان اور انسان کا بھائی چارہ ہی تھی۔
اس نے کہا تھا کہ میں تعلیم مکمل کرنے کے بعد
شادی کر لیاں گا۔ لیکن وہ تو کیا تھا۔

"میں میں لڑکی اختیار نہیں کر سکتا۔ میرے پاس اگر
بڑھ لیتا میں کچھ نہیں کہوں گا۔ تمہیں تنگ بھی نہیں
کر دوں گا۔" دن بہ دن اس کی محبت کی شدت میں
بمخافہ ہوتا چلا جاتا تھا۔ انسان کو تنگ رہا تھا کہ اب یہ
کھیل اس کی ہواشت سے باہر ہو رہا تھا۔ جرار کی
جج سیریس ہو گیا تھا اور اپنے گھر میں بھی ذکر کر رہا تھا۔
انسان نے اپنے بارے میں جج بتایا تھا اس کا خیال تھا
کہ چونکہ وہ ایک تنگ متعدد کے لیے ذمہ دار رہی ہے
اس لیے اسے ذمہ کی ضرورت نہیں ہے۔

ادھر فاروق صاحب نے ان کی ساری فیملی کی
دعوت کی تھی۔ اچانک ہی عین وقت یہ احسان

صاحب کو مہمانی ایک فونک میں جانا دیکھ کر انہوں نے
جرار کو کہا کہ فاروق صاحب کو فونک گھر کے محذرت
کر لے کہ وہ آج نہیں آسکتے۔ جرار نے نمبر لے کر
کل کر دی۔ وہ سری طرف سے جو تواز آ رہی تھی جرار
کے لیے سو فیصد جانی پہنی تھی۔ انسان لینڈ لائن نمبر
جرار کی توازن کر رہا تھا۔ اس نے تو یہ نمبر جرار کو
نہیں دیا تھا۔

"دیکھی ہو انسان صاحب۔" جرار خوش گوار حیرت
سے دیکھ رہا تھا۔ لیکن وہ بہت پریشان تھی۔ سو فیصد یہی
فاروق صاحب کی بی بی جو بیہانے اس کے لیے پسند
کی تھی۔

اس نے گھر والوں کو کہا کہ وہ فاروق بنگل کی بی بی کو
خود کھنچا رہا ہے۔ بھلا کسی کو کیا اعتراض ہو سکتا تھا؟
انسان خوش تھے۔ چنانچہ احسان صاحب 'ناشہ'
شازیہ شہزاد اور جرار کے ہمراہ فاروق صاحب کے
گھر پہنچے آئے۔ انہوں نے اپنے آئے کا ہمدردی سے ہی
بتا دیا تھا۔

چنانچہ انسان نے بھی اگر سب کو سلام کیا۔ جرار
دل و جان سے متوجہ تھا۔ جب اس نے اگر سلام کیا تو
اسی وقت اس کا شک یقین میں بدل گیا کہ انسان ہی
اس کی جن جلیان ہے۔ سو فیصد وہی آواز تھی۔ اس
نے بی بی گھر کی نظریے انسان کا جات دیا تھا۔ اندر
ای اندر وہ جزیرہ ہو رہی تھی۔ مسلمان کی آمد کا متعدد
اسے بھی معلوم ہو چکا تھا۔ چنانچہ اس کا نموس ہوا بی بی
عام اور فطری کی بات تھی۔ وہ بار بار اسے دیکھ رہا تھا۔
بیشک کی پراختیا انسان کی پتیلی میں اپنے سے بھیک گئی
تھیں۔ جب وہ اس کے آگے چائے کا پ ر کھ رہی
تھی تو اس نے پتے سے جیسے انداز میں پوچھا۔

"دیکھی ہیں آپ انسان صاحب۔" میں نہرو چو تک
مئی تھی۔ انسان تنگ رہا تھا یہ توازن پہلے بھی سن چکی ہے
اور انسان کا ذہن نظر جرار سب کو ہی پتہ تھا۔ لور اس
نے بھی انہی کے گھر میں ہی بیٹھ کر اشارے سے اپنی
پسندیدگی کے بارے میں آگاہ کر دیا تھا۔ پہلی اس نے
واپسی پہ بتایا تھا کہ یہ دی لڑکی ہے جو اسے پسند ہے۔

لیکن اس نے یہ نہیں کہا تھا کہ میں اسے ٹیٹی فونک
 رابطے کے ذریعے جانتا ہوں۔ اسے یہ کہنے میں انہماک
 کی توہین محسوس ہو رہی تھی۔ چنانچہ اس نے کہا تھا کہ
 انہماک کو اس نے پوری روشنی میں دیکھا تھا، میرے
 دوست کی سسر کے ساتھ بڑھتی ہے، لیکن اسے یہ
 نہیں پتا کہ میں اسے پسند کرتا ہوں۔ نہ ہی یہ میرے
 بارے میں کچھ جانتی ہے۔ اس کا یہ سب کتنا ایک
 طرح سے عجیب تھا کیونکہ اس جراثیم کو وہ واقعی نہیں
 جانتی تھی۔ اس نے اس طرح اپنی پسندیدگی بھی ظاہر
 کر دی تھی اور انہماک کے کردار پر تعجب بھی نہیں آنے
 لگا تھا۔

ہلکی جلدی میں مچھلی کا فیصلہ کیا۔ انہماک سے
 اس رشتے کے بارے میں رائے لی گئی۔ اسے بھلا کیا
 بہتر افسانہ ہو سکتا تھا۔ شادی نہیں نہ میں تو ہوں ہی
 تھی لیکن اس کا کسی کے ساتھ محبت کا چکر تھا یا وہ
 کسی کو پسند کرتی تھی جو انکار کرتی ہے۔ بے بسی بھی گھر والوں
 کو انکار اور اس کی جھلی پسند تھی۔ یہ انہماک سب خوش
 تھے اس لیے سب کی رضامندی پر سر جھکا دیا۔
 مچھلی قدرے سادگی سے ہی ہوئی۔ مچھلی کے بعد
 پہلی بار جراثیم نے خود فونک کیا کیونکہ جب سے اس کے
 رشتے کی بات چل رہی تھی اس نے بات کرنی چھوڑ دی
 تھی۔

شادی کا شور مچا دیا۔ ویسے بھی انہماک تنگ کرتے ہی اسے
 بہت اچھی پسند نہ تھی۔
 شادی کی تیاریاں شروع تھیں۔ اس نے پرانی
 حیثیت میں انہماک کو دیکھا تو فونک نہ کیا۔ لیکن اس نے
 بات نہیں کی۔ پھر اس نے وہ ہنسی بند کر دیا۔ کیونکہ وہ
 سن چلائی تھی کہ اس کی زندگی زندگی میں سب سے
 بھی اس بات پر بھروسہ نہیں تھا۔ خود اس کے دل پہ لگا
 زخم مند ٹپ ہو چکا تھا۔ وہ انہماک نے اپنی آئینہ زندگی
 کی ہنسی کے لیے یہ ہی مناسب سمجھا کہ برائے نمبر کو
 بند ہی کر دیا ہے۔ ویسے بھی جراثیم کی توجہ سنتے ہی

پچھتوے اس کا چہرہ کھلنے لگے تھے۔

شادی پر اس کا دھم دھم سے ہول۔ وہ رخصت ہو کر
 جراثیم کے گھر آگئی۔ رات گئے دوا میں اس کے پاس
 تشریف لائے۔

"میں تو سوچ رہا تھا کہ گونسٹو لاریڈ سوٹ دیکھنے کو
 ملے گا جو آپ کے خاندان کی بڑی بیانی عورتیں خود
 سلائی کرتی ہیں اور آپ نے ہال میں تل بھی لگایا
 ہوگا لیکن یہاں تو بڑا زبردست سارڈ بلڈ کلر کا لڑکا
 دیکھنے کو مل رہا ہے اور باجوں میں تل بھی نہیں۔ اور تو
 اور آپ کو رات میں ہی دیکھنے کا موقع مل گیا ہے۔"
 جراثیم کا لہجہ بہت شرارتی تھا۔ انہماک جھکے سر اور بند
 لڑائی چلوں سمیت سامنے بیٹھی تھی۔ جراثیم کے نام
 اور دوسری بہت سی حیرت انگیز مماثلت کی وجہ سے
 انہماک کو شک تھا۔ پہلے بھی تھا۔ دن وہاں میں کوئی چیز
 شکس بھی نہیں اور ابھی اس کی آواز سن کر سب
 خدشات درست ثابت ہوئے تھے۔ یہ باتیں جو اس
 نے مذاق پر اترائیں تھیں جراثیم کے علاوہ کوئی نہیں
 جانتا تھا۔ اس نے دھماکے کی پروا کیے بغیر آنکھیں پٹ
 سے کھول دیں۔

اتنے بڑا شاگڑا تھا میں نے مہینے آنسوؤں نے
 آنکھوں کا راز نہ دیکھ لیا تھا۔ پھر جو بچکیں ہی نہ ہندہ گیش
 اس کا رونا ختم ہی نہیں ہو رہا تھا۔ جراثیم پریشان سا
 ہو گیا۔ وہ مسکرا رہی تھی۔ کسی طرح چپ ہوئے
 میں نہیں آ رہی تھی۔

"پلیز انہماک بناؤ تو سہی ہوا کیا ہے۔ کیا تمہاری
 طبیعت خراب ہے۔" تھا۔ تم تھک گئی ہو پلیز آرام
 کرو۔ یہ دودھ پلا ہے لی اس پر جو بڑا شاگڑا ہے۔ اس
 کی خاموشی سے جراثیم نے خود ہی قہقہہ افگ کیا کہ وہ
 تھک گئی ہے اور مری کی وجہ سے اس کی طبیعت
 خراب ہو گئی ہے۔ لیکن جراثیم باتیں اس کے ذہن
 میں لگی تھیں لیکن ان میں کسی بھی متنی خیال کی

تیزش نہیں تھی۔
 انہماک کی وجہ سے جراثیم نے رات سوئے جاتے
 مزاری تھی۔ صبح کسی حد تک وہ خود کو سنبھال چکی
 تھی۔

اس کے بعد جراثیم نے اس کے روتے پر حیرت انگیز
 تبدیلیاں ٹوٹ کیں۔ رات کو اس کی کوشش اوی کی کہ
 جب جراثیم سو جائے تب کمرے میں جائے وہ اوپر
 نو صحر کے بلادہ کاموں میں لگی رہتی۔ حالانکہ گھر میں
 ملازم موجود تھے۔ شادی کے شروع کے دن جراثیم
 چاہتا کہ وہ زیادہ سے زیادہ وقت اس کے ساتھ
 گزارے۔ لیکن وہ بچتی پھرتی۔ یوں لگتا جراثیم کی قہمت
 اسے پسند نہیں۔ وہ پاس ہوتا تو سہی اور تھیر لگی ہوئی
 لگتی۔

شروع میں جراثیم نے خیالات میں گھنٹا نہیں
 آہستہ آہستہ انہماک کی بے زاری اس پر واضح ہونے
 لگی۔ جراثیم کا لہجہ گستاخاں اور جواب دہی۔ خود سے وہ
 اسے کہہ ہی نہ پاتا۔ پہلے وہ یہی سمجھتا رہا کہ انہماک نے
 باجوں اور رشتے لوگوں میں فیڈ جیسٹ کرنے کی کوشش
 کی وجہ سے اس سے ہٹ ہے۔ پھر وہ سوچا کہ انہماک نے
 کہا تھا میں تعلیم مکمل کیے بغیر شادی نہیں کروں گی میں
 مسرپ ہو جاؤں گی آپ کی بہت سی ذمہ داریاں ہوں
 گی اور میرے بہت سے فرائض ہوں گے آپ کی
 خواہش ہوئی کہ میں ہر وقت آپ کے پاس رہوں لیکن
 میری کتابیں پڑھنی ہیں۔ اس کے بعد ہی میں
 آپ کے بارے میں سوچوں گی۔ اب تو اس کے ذہن
 میں یہ خیال رہا ہو چکا تھا کہ انہماک نے دوران تعلیم اس
 کے شادی کر لینے کی وجہ سے کچھ آخری اور ناراضی ہی
 ہے۔ تب ہی وہ اسے سیدھے منہ بہت نہیں کرتی
 ہے۔

اس خیال کا اتنا تھا کہ اس نے ان خود ہی بہت سی
 پندیاں خود ہی لگائیں۔ اس نے خود سے عہد کیا تھا
 کہ جب تک انہماک کے قاضی مسٹر سے فارغ
 نہیں ہو جائے تب تک وہ اسے پریشان نہیں کرے گا۔

یہ اپنے شوہر کے حقوق کے سلسلے میں اس پر کوئی دباؤ
 ڈالے گا۔ یہ عہد بہت سخت تھا لیکن اس نے بھانپنے
 کی کوششوں کا آغاز کر دیا تھا کیونکہ اسے انہماک سے
 بچنے کی محبت تھی۔ اس نے انہماک سے کہہ بھی دیا تھا کہ
 تم پریشان مت ہو میں اب تمہیں تنگ نہیں کروں
 گا۔ لیکن اس کے باوجود بھی اس کا موڈ آف ہی رہا۔
 اسے تو گویا جراثیم کی پروا ہی نہیں تھی۔ رات وہ ٹکیہ اٹھا
 کر صوفے پر چلی جاتی۔ چھٹیوں میں سب رشتہ دار جمع
 ہوئے۔ لیکن کسی سرگرمی میں اس نے حصہ نہیں لیا
 وہ ریٹ کر رہی تھی۔ رات ہی اسے پسندیدگی اس کے چہرے کے
 تاثرات اور آنکھوں سے چھلک رہی تھی۔

وہ اب بھی خوش نہیں تھی۔ بیسے ہی تو جراثیم کی فون
 کاٹری رہی۔ ریٹ کرنا چھوڑ دی۔ سب کا جواب دینا دیا
 اس کی شین کے خلاف تھا۔ وہ اس رویے کا سبب جانتا
 چاہتا تھا۔ اسے تو کچھ سمجھ نہیں آتی تھی۔ ایک دن
 پھر وہ پورا کام ضرور اس کے لبوں پہ آیا تھا۔ جراثیم
 نے توجہ نہیں دی تھی۔

لیکن آج رات اس نے اس سے پوچھا کہ بہت سوچا اور
 برابر سوچا۔ ایک ایک دن اس کی یادداشت میں
 تھا۔ اس کے صبر کا یہ نہ اب چھٹنے کو تھا۔ انہماک
 سوچتی تھی ذرا نہ وہ پوچھ کر رہتا۔

لازم کی زوردار آواز سے انہماک کے ساتھ ساتھ
 جراثیم کی آہی آہی کھل گئی۔ انہماک نے فوراً لازم پکڑ کیا
 اور جوتے پہن کر بیٹھ ٹانگوں پہ ڈال گئی۔ کچن میں آگئی۔
 وہیں تنگ کے سامنے ہی اس نے غصہ چپاتیوں کے
 لیے تازہ آٹا ہندہ رکھی تھی۔ انہماک نے بھی مچھلی کی
 تیاری میں اس کی مدد کرنا شروع کر دی۔ آہستہ آہستہ
 خود ہی سب سے بڑے دار ہو کر بائیں ہاتھ میں جمع ہونے
 لگے۔ انہماک جراثیم نے اٹھا کر انہماک نے تیسری بار
 انہماک سے کہا کہ جراثیم کو انہماک کی بوقت میں
 کیا ہے۔ پہلے وہ بار اس نے سنی ان سنی کر دی تھی

لیکن اب اگر انکھوں کو تیریز میں شمار ہوتا۔
جرار سینے کے بل لیٹا ہوا تھا۔ جلنے لپکا ہوا تھا کہ
جاگ رہا تھا۔ اس کا دل دھڑا کر کی طرف تھا۔ انبساط نے
لا تھیں پار آؤں تو دل میں سو کر سیدھا ہو گیا۔ پہلے
سے جاگ رہا تھا اس کی سمجھ میں نہ آئی تھی۔
بے داری کی حالت میں تھی۔ انبساط کو خوف سا آگیا۔
"آئیں سہری کر لیں تا تم کم ہے۔" وہ دروازے
سے کھڑے کھڑے ہی اٹھ اٹھ کر پلٹ گیا۔ جرار
بہت سہا گیا۔
"انبساط تو تمہارے سارے کس میں نہ نکالے تو
میرا ہر بھی جرار نہیں۔" وہ دانت پیٹتا ڈانٹتا
تک آگیا۔ انبساط کو نے والی میز پر شاہیہ بٹا بھیجے
ساتھ بیٹھی تھی۔ جرار کو کھانے کا ذرا بھی ہل نہیں
تھا۔ اس نے دودھ میں ملاوٹ افزا کا ایک گلاس پیا اور
پھر ایک پالہ شے دہی کا کھلیا۔ مگر کسی رہی کہ باؤ
سائن بنا ہے تمہاری پسند کا شور اسی چپاتی کے ساتھ
کھاؤ۔ مگر بس نے نفی میں سر ہلا دیا۔
رمضان المبارک کا آخری عشرہ چل رہا تھا۔ اسے
بچہ اور واپس چلا تھا۔ اب چند رات کو ہی واپس ہونی
تھی۔ لیکن جانے سے پہلے وہ انبساط سے باز پرس کرنا
چاہتا تھا اس کے کون میں موجود شہادتوں پر بدین زور
پکڑتے جا رہے تھے۔ اتنے اداؤں اور پسند سے اس
نے شادی کی تھی۔ بن دیکھے محبت کی تھی۔ صی کی
طرح کبھی کسی سے فکر نہ کرنے کا خیال ہی نہیں آیا
تھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اسے انبساط سے
محبت ہو جائے گی کیونکہ شروع میں وہ بات بھی نہیں
کرتا تھا۔ صی سے ہانکی بابت سن کر اسے ان
بے وقت لڑکھیل پر السوس ہوا تھا۔ لیکن انبساط نے اپنی
جگہ بنائی تھی۔ اب جلنے کیلئے اسے شک سا تھا کہ
جیسے انبساط ہوا اور صی کے درمیان کوئی گہرا ریلو رہا
ہے۔ کیونکہ شہر میں انبساط بدلے اور انتقام کی
باتیں بھی کرتی تھی۔ جنہیں اس نے خاص اہمیت
نہیں دی تھی۔
انبساط کے اس رویے کے پس منظر میں کوئی نہ

کوئی تنگی ضرور تھی۔ ورنہ فون والی انبساط اور اس
انبساط میں کوئی نہ کوئی ریلو ضرور ہوتا۔ مگر اب اور تب
میں نشن و آہن کا فرق تھا۔۔۔ محبت کرنے والی
چہن غار کرنے کی باتیں کرنے والی انبساط جلنے کہاں
کھوئی تھی؟
حسب معمول وہ کافی لیٹ سونے کے ارادے سے
آئی تو جرار خلاف توقع جاگ رہا تھا۔ لیٹ بھی جاں
پہی تھی۔ وہ تکیہ اٹھا کر جو نہی صوفے کی طرف جا لے
تھی جرار نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔
"میرے پاس ہی بیٹھو۔" مگر رت کے برعکس اس
کے لہجے میں نرمی تھی۔ اسے کوشش کے باوجود ہنگام
کی جرأت نہیں ہوئی۔ اس نے خاموشی سے ہاتھیں اوپر
کر لیں تو جرار نے بازو چھوڑ دیا۔ کچھ دیر وہ خاموش
رہا جیسے لگتا تھا وہ سو رہا ہو۔
"انبساط تمہیں میرے گھر والوں سے کوئی شکایت
یا میری ذات سے کوئی شکایت ہے تو بتاؤ۔" جیسے کسی
بچے کی کوئی تکلیف ہے تو بتاؤ۔ جس کا کہہ رہا ہوں
کہ۔۔۔ کوئی بھی برا بھلا ہے تو میں اسے دود کرنے کی
کوشش کروں گا۔ مجھے صرف ایک ہمارا ہے۔
میں نے تم سے باقاعدہ شادی سے پہلے کڑیوں لوگوں کی
موجودگی میں بیوی بنا کر لایا ہوں۔ کوئی کھیل نہیں کھیلا
ہے تمہارے ساتھ میں سوچ سوچ کر پریشان رہتا ہوں
کہ تمہارے اس گریز یا بدینے کا سبب کیا ہے۔ آج میں
بات کہہ رہا ہوں کل اور بھی کہنے نکلیں۔ کب لور مجھے
اس قسم کی باتیں گوارا نہیں ہے۔ جو بات تمہارے دل
میں ہے کہہ دو میں اقرار کر رہا ہوں اور اگر تمہاری
شکایت جائز ہوئی تو میں اسے دور کرنے کی ہر ممکن
کوشش کروں گا یہ میرا وعدہ ہے لور اتنا تو تمہیں پتا ہی
ہو گا کہ میں جو وعدہ کرتا ہوں اسے پورا کر کے رہتا
ہوں۔"
وہ ہل رہا تھا اور انبساط خاموشی سے سن رہی تھی۔
"پلیز اب بولو بھی۔"

جرار نے اس کا سر ہلاتا تو ایک دم جیسے کسی خواب
سے جاگنے۔
وہ پھر کھڑی ہوئی۔ کچھ دیر اور شاکی زبانی اسے پتا تھا
سب کچھ بولتی بتاتی تھی۔
جرار نے اس دوران اسے ایک بار بھی نہیں ٹوکا نہ
یولا نہ اپنی صفائی پیش کی۔ خاموشی سے انزلیات کی
لو چھاڑ دیا داشت کرتا رہا۔ بہت دیر بعد وہ تھک ہار کر
خاموش ہوئی تب وہ بولا۔
"تم نے کچھ لور تو نہیں کہا؟"
جواب اس کا سر تکی میں ہلا تو پھر اس نے بات شروع
کی۔
"انبساط میں کوئی قسم نہیں کھاؤں گا بس یہی کہوں
گا تمہیں غلط نہیں ہوئی ہے تم نے اپنی دوستی ہات
پر چھپا کر اس لڑکے کا دم کیا تھا تم نے چاہا کہ اس لڑکے
کی ہمت نہ پڑے۔ اپنے خاندان میں ہو چکی تھی۔ اور لڑکے کی
پسند پر کتنی بولی ظاہر ہے تمہاری دوست نے جب
میرے بہت سارے سہم چیک کر دیا تو اتنی باتوں کا غم ہونا
حیرت کی بات نہیں ہے۔ خیر میری سچائی کے لیے لڑتا
ہی نکلتی ہے کہ تمہیں پتا ہے کبھی بھی خاندان میں میری
مطاف یا پسندیدگی کا چکر ہی نہیں چلا۔ تمہاری دوست ہا
سے میرا دوست غی باتیں کرتا تھا۔ لور مجھے ایک ایک
تفصیل کا علم ہے۔ یقیناً اس نے ہا کو بھی اپنے فریڈل
اور لڑکوں کے بارے میں بھی بتایا ہو گا کبھی میں
تمہاری زبان سے ملو ادا ارم کا نام سن کر نہ نکلتا تھا۔
خیر میں غی سے تمہاری بہت کراؤں گا۔ لور تم ہا کو
میری آواز سنو اگر تھوڑی کر لو کہ اس کا مطلوبہ لڑکا میں
ہوں کہ جس نے تم ابھی کھلی کر لیا۔" جرار نے اپنا
سین فون اس کے ہاتھ میں پکڑ لیا۔
کھلی ذریعہ تل جانی رہی۔ لور بھی نہیں کر رہی تھی۔
جرار پورے صبر سے انتظار کر رہا تھا۔ تیسری بار اس نے
کل ریلو کر لی۔ 7 اس دوران بھی اس وقت انبساط
کی کھن نے اسے حیرت میں ڈال دیا تھا۔ مگر بھی انجین
تھا اس کے لیے۔
انبساط نے یہ سزا کے بعد لور اور صی کی باتیں

شروع کر دیں۔ تب کچھ دیر جرار نے اس کے ہاتھ سے
سین فون لے لیا۔
"السلام علیکم ہا کسی ہو؟ انبساط کے ساتھ ایک
عی نمبر سے جرار بھائی کی آواز سننے کا تجربہ اس کے لیے
بہت حیرت کن تھا۔ جرار نے بڑی خاموشی سے اسے اسٹیکر
تین کر دیا تھا۔ لن دونوں کی باتیں وہ بھی سن سکتی تھی۔
جرار نے مختصراً انبساط سے اپنی پسندیدگی اور ہنگامی
کے معاملے کا جائزہ لیکن اس دوران اس نے ایک بار
بھی بھولنے سے یہ نہیں کہا کہ میری بھوی قلم تھی کا
شکار ہے۔ ہا اسے بھائی بھائی کہہ رہی تھی۔ جرار نے
غی کے موجودہ حالات کا جائزہ لے کر اس کی منگیتر کو کینسر دیا
ہے لور وہ نئے سرے سے ایک اور لڑکی کے ساتھ انواہ
ہے۔ ہا نے سن کر کسی خاص تاثر کا اظہار نہیں کیا۔
ویسے بھی اب اسے صبر آگیا تھا۔
اسے سب پتا تھا کہ غی جرار کا نمبر کچھ عرصہ
استعمال کرتا رہا تھا۔ بات بھی زیر بحث آگئی تھی۔ ہا
نے زندگی گزارنے کا گر سیکھ لیا تھا۔ اب اسے کوئی شک
نہیں تھا اس نے پورے سکون سے جرار سے بات کی
تھی۔ اب ایک بار بھی نہیں بدلی۔ ورنہ اس کے پہلے ہانکی
جب بھی جرار سے بات ہوئی ہوتے ہوئے ہی ہوتی۔
وہ انبساط کے ساتھ اس کی شادی پہ خوش تھی۔
جرار نے فون بند کرنے سے پہلے وعدہ کیا کہ وہ اب
اس ستر ایلے میں رہے گی۔ ہا نے اس کی خوشگوار زندگی
کے حوالے سے ٹیک تمناؤں کا اظہار کیا۔
اپنی باتوں کے دوران صی کا نام ہومیل جرار نے
اس کا سین فون اس طرف بھجوا دیا۔ جو اس نے پورے
مرے مرے باتوں سے تھا۔
وہ پشاور جانے کے لیے تیار ہو چکا تھا۔
انبساط ایک طرف کر رہی تھی۔ جرار پرش
کر کے گھوا اور اس کی طرف دیکھا۔
"تم نے مجھے پورے آرام سے لہری اور ٹامپ پاس
کرنے والا تو نہیں قرار دیا تھا مجھے اتنا پتا نہ کہ تم میرے

ساتھ کیا کرتا رہیں۔ پورے دن باؤسے دیر لیں، نو تم نے کیا نہ کیا تھا۔ وہ دن سے وہ قسمیں اور خواب اب جو تم مجھے اپنی باتوں کے سہارے دکھائی دیتے۔ اور پھر ایک دن بڑے آرام سے کہہ دیا کہ آجکے دن سے فلاں نہ کرنا میری شادی ہو رہی ہے۔

تم خود کیا ہو؟ اچھن طرح سوچ لیا۔ مجھے کوئی دکھ اور افسوس نہیں ہے میں نے تم سے ایک بار کہا تھا کہ مجھے جب محبت ہوگی تو میں اس لڑکی کو اپنا لوں گا۔ یہ کہہ کر اس نے اپنی عزت ہٹا دی تھی۔ اور میں نے ایسا ہی کیا۔ یہ تو قسمت کا اتفاق تھا کہ تم بڑے دن سے دوست کی بیٹی نکلی تھیں اور مجھ سے بھی میرے انہوں نے تمہیں میرے لیے پسند کر لیا۔ ایک اتفاق کے ذریعے ہی یہ بات میرے غم میں تکی ورنہ تم تو ایک خواب دکھا کر غائب ہو جاتی تھیں اپنا بھری آف کر دیتا تھا کہ میں ساری زندگی تمہیں ڈھونڈتا رہوں غرض کرتا ہوں اندھیرے میں جگمگاتی ہو رہی ہوں۔

جو حکم میں نے ہمارے ساتھ کیا اور تم کے ساتھ کیا وہی حکم تم نے میرے ساتھ کرنا چاہا۔ یہ تو میری قسمت اچھی تھی جو میں اس تکلیف سے بچ گیا تم شہر میں ہی ایک بار مجھ سے تھوڑی تو کر لیں ہمارے بارے میں۔ تم بس مجھ سے باتیں کرتا رہیں۔ اگر کل کرنا چاہتے تو کتنا اچھا ہوتا کہ تم سے کتنے کچھ کہتا رہتا۔

اس نے جبکہ کر نہیں سے کی چمن دیکھا سزا اور اپنا سیل فون اٹھایا۔

"ایک بار ضرور سوچنا کہ کیا کسی لمحے تمہیں بھی مجھ سے محبت ہوئی۔ تم جو خواب مجھے دکھاتی تھیں کیا خود بھی فلاں کا دھم نہیں؟ لوگ کہتے ہیں کہ کبھی اپنا خیال رکھنا۔ وہ متوازن قدموں سے چلتا ہوا ہر نکل گیا۔

چراغ دکھائی دے رہا تھا۔ وہ خود کو کتنا غصہ مند اور با شعور تصویر کرتی تھی۔ اس کی دنیا کی باتوں میں آخر خود بھی جذباتیت کی رو میں رہ گئی تھی۔ فین کے سہارے ایک جگہ لڑکے کو سہارے چلی تھی ایک قہقہے سے انکسار لیتے جاتی تھی۔ کیا ایسا ممکن تھا کہ وہ فین کے سہارے بڑھ لے سکتی اسے شوق کر سکتی اوروں کی بھائی کرتے کرتے وہ اپنے پاؤں پہ کھانڈی مارنے لگی تھی۔ جرار کو تو اس نے اپنے منہ سے نفرتی اور ہنسیاں کہہ دیا تھا اور وہ خود کیا تھی۔ ٹرک ہونے کے باوجود معمولی محبت کا ڈرامہ رچا دیا اپنی نسوانیت کا زور بھر دینا نہیں کیا۔ خوبوں کی دایاں اس کے ساتھ گھڑی۔ جرار کے ساتھ بچوں کی تعداد تو تک وہ پلان کر چکی تھی۔ بے شک یہ سب جھوٹ تھا لیکن اس بصوت میں اس نے اپنی بڑی عزت اٹھائی اور نسوانیت کو دھوپ لگا دیا تھا جرار کو تو پہلے نہیں بتا تھا کہ وہ جھوٹ بول رہی ہے۔ صرف ایک ڈرامہ کر رہی ہے ایسا ڈرامہ جس میں کوئی حقیقت نہیں ہے اس میں اور بھائی لڑکیوں میں کوئی فرق نہیں تھا۔

جرار اسے یقین دہانہ تھا اور یہ سب کتنا جلد تھا اسے ہنس طرح ہوتا آ رہا تھا۔ جرار پشور جا چکا تھا۔ سات روزے باقی تھے اب اسے عید پہنچ رہی تھی وہیں آنا تھا۔

جرار سے کی ساری باتیں یاد میں اسے شرمندگی کے پھرے سمندر میں بہہ نکلتی رہی تھیں کیا کبھی رہی تھی وہ اسے وہ اسے قہقہے لہڑ کر کے لڑکی سمجھتا ہو گا

اب اس نے جرار کو باتوں باتوں میں اپنی شہدہ دی تھی کہ وہ بہت آگے لٹ گیا تھا لیکن تکلیف دہ معلوم تو یہی تھا کہ وہ اپنی محبت اور جذباتیت واسطے اس میں چاہتا ہے اس کے ساتھ چیل رہی تھی سوار اسے کر رہی تھی۔

انتہائی روزے کو اظہار کے بعد وہ دن میں آکر بیٹھ کر غم میں اس سے اسیہ کوٹ اور ان کی فیملی بھی متوجہ ہو گئی تھی۔ اچھی خاصی رونق لگی تھا۔ مگر اس کا دل بہت افسانہ تھا۔

جرار جو گیا تھا تو ابھی تک اس سے کوئی رابطہ نہیں کیا تھا۔ پہلے جب وہ پشور رہنے لگی تھی تو اس کی خبر خبر کے لیے وہ روز فون کر لیا۔ انیسوا کی کواڑ سے بغیر اسے چمن کہیں آتا تھا۔ انیسوا کی خود دوست نہیں پڑتی تھی کہ اس سے بات کرے۔ اسے خوف سا تھا کہ جانے

اس کی آنکھیں سہل صاف لور تامل بھر تھا۔ اس کی آنکھیں بھری آئیں۔ اندر سے ہنس مذاق شور و گھٹیل کی گواہی دیا ہر ایک آ رہی تھیں۔ لی ہوئی پہ چاند نظر آئے گا لالان ہو گیا تھا۔ اسے کچھ دیر پہلے ہی اس کے پاس آکر بیٹھا تھا۔ اس نے جسکے سے بات کی پشت سے جڑی بے ہوشی سے آنکھوں کو مڑا۔

ابھی بھی چلیں بازار لائے۔ اسیہ کوٹ بھی چار دیواریں ہیں۔ آپ بھی آئیں اپنے بازار کی رونق آپ کو دکھانا لائیں۔ وہ بہت ہشاش بشاش تھا۔

اساتھ کے سامنے اس کی خیموت پوچھی۔ پھر وہ لوہوں کے ساتھ ہاتوں میں مصروف ہو گیا۔

کلی پور بعد لڑکیوں نے شور کیا کہ ہمیں ہار کیٹ جانا ہے۔ ناکشہ بیگم نے جرار سے بھی کہا کہ لے جاؤ۔ انیسوا کی پہلی عید ہے وہ بھی یہاں کا رونق میلہ دیکھ لے گا چار سے تیار ہونا پڑا۔

جرار نے مناسب سی جگہ دیکھ کر گاڑی پارک کر لی۔ اساتھ بھی لیں کے ساتھ تھا جرار کے ساتھ انیسوا کی بھی بیٹھی تھی باقی اساتھ اور شادانہ سب بھائی کے ساتھ تھے اسیہ کوٹ بڑے شوق سے منڈی گزاری تھیں اس کا چمن نہیں چاہا کہ منڈی لگوانے چوڑیوں کے اسٹال پر کھڑے ہو کر لائے۔ اسیہ کوٹ اور شادانہ جو بھی نے چوڑیاں نہیں چھانی تھیں اسے بھی کہا کہ چوڑیاں پسینہ لیں۔ اس سے پہلے کہ وہ گاڑی آگے کرتی جرار نے منع کر دیا۔

چوڑیوں اور حیرت سے خرید لو لیکن گھر جا کر خود پسینہ لیتے۔ اس کا انداز غلطی اور بے لگ تھا۔

اللہ ہوا اتنی تک نظری۔ ہمیں بھی نے چھینا لیکن وہ خاموش رہا۔

انیسوا نے ایک جگہ سے عید کا ڈاز خریدے۔ اور ایک ہانکل الگ کر کے رکھ دیا بازار میں بہت رونق تھی۔ رات آتھو قطرہ ڈھل رہی تھی اور قدرے خوشوار تھی۔

انہوں نے ساتھ اٹھا کر نہایت توجہ سے دیکھا۔
عائشہ نے حکم سمیت وہ اور وہاں کو پہنچنے کا ارادہ کیا
تھی۔ بس جہاز کو کارڈوں پر لٹا دیا۔

کچھ ہوتوں سے
کچھ آنکھوں سے
کچھ لہجے سے تحریر کریں
تم کو تو ہم بھی عید کریں
ان لکھوں کو

ان چہ جہازوں کو ان دھندوں کو زخمیر کریں
تم کو تو ہم بھی عید کریں
ماضی میں بھی رہیں ہو
کلائی میں چوڑیاں بھی لٹکائی ہوں
وصل سے یہ آنکھ بھی شریانی ہو
شدت قرب کلیہ دل بھی تمنائی ہو
پھر جہاز کی تہذیب کریں
چھ لکھوں کو زخمیر کریں
تم کو تو ہم بھی عید کریں
تم کو تو ہم بھی عید کریں

بند کے ساتھ سائیڈ میں پہنچے۔ ڈے کارڈ نے فوراً اس
کی توجہ اپنی طرف مبذول کروائی تھی۔ کارڈ پہ برت
خوبصورت چہرے کے چہرے پہل بنے تھے۔ فوراً اس سے
بھی زیادہ خوبصورت گھٹائی میں "آپ کے لیے" تحریر
تھا۔ اس کی ہونٹوں پہ مسکراہٹ آئی۔ انبساط و اش
یوم میں تھی۔ اس نے پڑھ کر کارڈ رکھ دیا۔ وہ نما کر
کیلے بل تو ہے سے جھکتی پھر آئی۔

"انبساط میں نے تمہارے لیے عید کے کپڑے اور
کچھ چیزیں بل گئی ہیں۔ ایک میں پڑی ہیں۔ نکل لیں۔"
اس نے ہمارے کمرے میں بلایا اور ہمیشہ کی طرح حکیہ بھی
آنکھوں پر رکھ لیا۔

وہ فوراً بیگ کی طرف مئی اور کھول کر سب کچھ باہر
نکالا۔

"انبساط سوئے سے پہلے لائٹ بند کر دے۔" اس
نے کچھ آنکھوں سے ہٹا کر یاد دلایا۔ کھواکی۔ رات کلائی
زیادہ ہو گئی تھی۔ صبح ہونے میں چند ہی گھنٹے تھے۔ یہ یاد
دراؤ بیگ کر کے تھک گیا تھا۔ انبساط نے لائٹ بند
کر دی۔ تنہا تکیہ بٹھا کر میوے کی طرف نہیں مئی
تھی۔ چند وہیں بیٹھ رہی تھی۔ لیکن جہاز سو جاتا تھا۔
اس میں ہمت نہیں تھی۔ خود سے اس کی طرف ہاتھ
پھیلانے کی۔ سوچ رہی تھی کہ کب وہیں پہنچ رہی۔

مرد حضرت مسیح تیار ہو کر نماز کے لیے مسجد جائے
تھے۔ شازیدہ بھی مئی کی کوشش تھی کہ وہ ان سب سے
آپنے سے پہلے تیار ہو جائیں۔ سو ان کی کوشش عروج
پہنچی۔

جہاز عید کی نماز پڑھ کر چھوٹے چپاچو کی طرف پڑ
گیا۔ پانی گھر آگئے۔ احسان انکل اور شازیدہ سب کے
ہمراہ وہ نہیں تھا۔ سب سے پیوستہ ہوئی اپنی بیوی کو خوشی
کے پردے میں چھپاتی وہ سب سے عید مئی۔ احسان
انکل اور شازیدہ سب سے عید مئی کی آواز سے رونا لپکا۔

وہ کچن میں آکر فروت چات اور وہاں ڈش میں
ڈال رہی تھی۔ جب جہاز نے اس سے پانی مانگا۔ اس
نے فوراً فریج سے لٹکے پانی کی بوتل نکال کر کھاس
بھر کر اس کی طرف پھیلایا تو جب جہاز نے اس کی سوچی
سوچی آنکھیں دیکھیں۔ وہ سب سے عید مل کر ابھی آئی
تھا۔ وہ نہیں نظر نہیں آ رہی تھی۔ اس کی حلاشی
لکھوں کا مرکز شازیدہ بھی کو۔ بخوبی تھا جیسا کہ شازیدہ
کیا کہ وہ کچن میں ہے۔ وہ ہی کے اٹنے ہوئے بیٹ
میں ملیوس تھی۔ کلائی میں چوڑیاں بھی تھی۔ پھر
مندی اس نے خود رات میں لٹکائی تھی۔ سارے ہی لیکن
بست مچی لگ رہی تھی۔

"انبساط ذرا کمرے میں آئیں لو۔ وہی ہوں۔"

گلاس رکھ کر نکلیں کیا تھا۔

وہ اندر آئی تو جہاز مصروف سے انداز میں کچھ دھو رہی
تھی۔

"مئی آپ نے بنایا تھا؟" وہ آنکھوں پہ پانی کے
مچھٹے مار کر تھی! امکان اس کی سوچ میں چھپانے کی سعی
کر رہی تھی۔

"ارے ہاں میں جاتے وقت لائٹ سے انکل کر
تمہاری عیدی یہیں رکھ کر گیا تھا تم نے اٹھا تو نہیں
لی۔"

وہ روز بند کر اس کی طرف متوجہ ہوا۔ چہن سے
اس کے اندر کچھ ٹوٹا تھا۔ وہ اتنی کئی لڑکی اور غیر اہم تھی
کہ وہ خود اسے عیدی دینے کے بجائے رکھ کر گیا تھا۔
وہ سب سے عید مل کر عیدی دے کر گیا تھا۔ اسے
سب سے ایک بار بھی عید مبارک نہیں کہا اور کہا کہ
عیدی دیکھ دی تھی۔ انبساط کے آنسو گلاٹھ پہ لڑھکے
تھے۔

"آپ اپنی عیدی کہنے پاس ہی رکھیں۔ آپ نے
مجھے عید کی مبارک تک نہیں دی اور نہ عید ملے تھا۔
ایسے عیدی دیتے ہیں۔ آپ کو اپنی ہی باتیں بھول گئی
ہیں لیکن مجھے یاد ہے سب کچھ۔" اس نے خود پہ قبو
پانے کی دست کو شش کی تھی لیکن ناگوار ہوئی تھی۔

"تو پھر تم ہی جانا دو کچھ مجھے بھولی گیا ہے تو۔" جہاز
اس کے پاس کھڑا تھا۔ اس نے دائیں ہاتھ سے آنسو
صاف کیے۔ سرخ غصیل آنکھوں سے اسے دیکھا
اور پھر اس کے کندھے پہ بڑے زور سے ناخن مارے۔
اسے دھکا دینے کی کوشش کی اور ناگوار ہونے پہ ایک بار
پھر اس کی طرف ہاتھ پھیلایا تو اس نے انبساط کے
دونوں ہاتھ پکڑ لیے۔

"یہ تو قابل ہے یہ ایسی صورت میں تھا میں اگر
بے ایمانی کرتی۔ لیکن میں نے تو بے ایمانی کی ہی نہیں ہے
ایسی عید کا تو میں نے تصور بھی نہیں کیا تھا کہ تم بے یار
سے عید ملنے کے بجائے خود غوار حرکتیں کرو۔" وہ دست
سجید تھا۔

"چھاپا لٹھی ہو گئی ہے مجھ سے لب تو میں عید
مبارک کہہ رہی ہوں۔"

"تم نے ایسے تو نہیں کہا تھا۔" جہاز نے شرارت
کے ساتھ کہا۔

چھپا کر اس کی آنکھوں میں جھونکا
شدت قرب کلیہ دل بھی تمنائی ہو۔

پھر جہاز کی تجویز کریں
تم کو تو ہم بھی عید کریں

وہ شرارت سے گھٹنایا تو انبساط شرمندہ ہوئی گویا
رات اس نے کارڈ یہ لکھی تھی۔ انکم پر مئی تھی۔ خود
آگے بڑھنے مشکل تو تھا لیکن ناممکن نہیں۔

"آپ کو بہت بہت عید مبارک ہو۔" جہاز کے
دونوں ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیے وہ پرانی انبساط لگ رہی
تھی۔

"خیر مبارک مئی۔" جہاز نے اسے خود سے قریب
کر لیا تھا۔

"لیکن تم نے تو کچھ اور ہی کہا تھا کہ پہلی عید لہجے
ہو گئی تھی ہو گئی۔" وہ اسے یاد کروا رہا تھا۔ جہاز نے
اسے مزید شرمندہ کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ اس
کی باطنی تکی نے انبساط کا دل جیت لیا تھا۔

اس نے جہاز کو جو کچھ کہا تھا لب اس پہ عمل کرنا
مشکل نہیں تھا۔ یہ کہ جہاز جیسے محبت کی اندر کرنے
دلنے شخص کو بڑا محبت ہی دی جا سکتی تھی۔ اس کے
حصار میں سینے ہوئے اب وہ اسے کسی بے ایمانی کا
تصور بھی نہیں کر سکتی تھی۔ پہلی عید اور پہلی محبت
کے خوبصورت جذبے کو اس نے ہمیشہ سنبھل کر دل
کے نمان خانہ میں رکھنا تھا۔ جہاز اب صرف اس کا
شوہر ہی نہیں بلکہ محبوب بھی تھا اور محبوب جیہٹوں کی تو
قدری کی جاتی ہے۔

لب جہاز کے سبک اس خوبصورت عید کو لے
دکھانے مجھے خواب کے مٹا ہوا ایسا بھی مشکل
نہیں تھا۔
